مریم عزیز

وہ اک دریچہ کرن

"سنبل" یہ تیسری دفعہ تھا جب امی نے اسے آواز دی تھی۔

"جی امی!" وہ منہ کچن کی طرف کر کے بولی اور دوبارہ نظریں ٹی وی اسکرین پر جما دیں۔ اب کی بار شکیلہ اس کے سر پر آکر کھڑی ہو گئیں اور ایک چپت اس کے سر پر لگائی۔

"امی!" وہ سر پر ہاتھ رکھ کر انہیں دیکھنے لگی۔

"امی کی بچی! کب سے آوازیں دے رہی ہوں' اٹھ کر برتن دھو کر چاول ابال لو' تمہارے ابو کے آنے کا ٹائم ہو رہا ہے۔"

"امی بس یہ مووی کا اینڈ ہونے والا ہے۔" وہ ملتجی انداز میں کہہ کر دوبارہ ٹی وی دیکھنے لگی۔ شکیلہ نے ایک نظر ٹی وی کی طرف دیکھا۔ جہاں سلمان خان دس لوگوں کو اکیلا دھو رہا تھا۔

مکمل ناول

"سنبل! جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے۔ چار دفعہ تو یہ فلم تم دیکھ چکی ہو۔"

"نہیں امی! میں تو سات دفعہ دیکھ چکی ہوں۔" تیزی سے کہتے ہی اس نے زبان دانتوں تلے دبائی۔

"شاباش ہے تم پہ، پیپر میں یہی لکھ آیا کرو کیونکہ کتابیں پڑھتے میں تمہیں مصیبت پڑ جاتی ہے۔" وہ ابھی بات کر رہی تھیں لائٹ چلی گئی۔

"اہ!" سنبل نے ٹھنڈی آہ بھری اور برا سا منہ بنا کر کھڑی ہو گئی۔

"امی! پتا نہیں آپ کو میں ہی فارغ نظر آتی ہوں۔ باجی سے بھی کچھ کہہ دیا کریں۔" وہ کچن میں جانے تک بڑبڑاتی گئی۔

"سارا دن وہ بے چاری ہی تو کرتی ہے۔ اب بھی وہ ہی اٹھ رہی تھی میں نے منع کیا ہے کل پیپر ہے اس کا۔"

"نہ بھی ہوتا تو آپ نے پھر مجھے ہی کہنا تھا۔" وہ برتن دھوتے ہوئے بھی اس مووی کا اینڈ سوچ رہی تھی۔ ہر دفعہ اینڈ سے اس کی مووی رہ جاتی تھی۔

☼ ☼ ☼

"آج بہت دیر کر دی آپ نے۔" کھانا سامنے رکھتے ہوئے شکیلہ نے غور سے اپنے شوہر ارشد کا چہرہ دیکھا۔

"ہوں بھائی صاحب کی طرف چلا گیا تھا۔" وہ کھانا کھاتے ہوئے بولے۔

"خیریت تھی۔"

"ہاں خیریت تھی ویسے ہی چکر لگایا تھا۔" وہ جو کوئی خاص بات سننے کی منتظر تھیں۔ گہری سانس لے کر اپنی پلیٹ پر جھک گئیں۔

"دلاور کو جاب مل گئی ہے۔" کھانا ختم کرنے کے بعد انہوں نے بریکنگ نیوز دی تھی۔ شکیلہ نے شکایتی نظروں سے انہیں دیکھا۔

"یہ آپ مجھے اب بتا رہے ہیں۔" بیوی کا چہرہ دیکھ کر وہ مسکرا دیے تھے۔

"اب اتنی دیر تو نہیں ہوئی۔ ابھی تو صرف لیٹر ملا ہے۔"

"مل تو گیا نا، لیکن دیکھ لیں اپنی بھاوج کو، برت گئیں نا غیریت۔ بندہ جھوٹے منہ ہی فون کر دیتا ہے۔ اتنی بڑی خوش خبری تھی، مٹھائی تو کھلانی چاہیے تھی۔" وہ اب غصے سے تیز تیز بولنے لگیں۔

"شکیلہ بیگم! کبھی تو دھیرج سے کام لیا کرو۔ کل نہیں تو پرسوں وہ بتا دیں گے۔ انہیں تو خود آج پتا چلا ہے۔"

"اونہہ۔" وہ سر جھٹک کر رہ گئیں۔

"شبنم اور سنبل کہاں ہیں۔" انہوں نے متلاشی نظروں سے ادھر ادھر دیکھا۔

"شبنم تو سو گئی ہے۔ صبح اس کا پیپر ہے اور دوسری آپ کی لاڈلی جس کو آپ نے سر چڑھا رکھا ہے، بیٹھی ہو گی ٹی وی کے آگے تصویر بن کے۔" ان کے انداز پر ارشد صاحب بے ساختہ مسکرائے تھے۔

"تمہیں کیا اعتراض ہے شکیلہ! اس کا شوق ہے۔"

"ہاں تو اسی شوق کی وجہ سے ہڈ حرام ہو گئی ہے۔"

"اب ایسی بھی بات نہیں، میری بیٹی میرا تو ہر کام کرتی ہے۔"

"کہاں کرتی ہے۔ دس دفعہ کہو تو ایک دفعہ وہ بھی منہ بنا کر اٹھتی ہے۔"

"اچھا!" وہ مسکرا کر بولے "سنبل"

"جی ابو۔" فوراً ہی اس کی آواز آئی تھی اور دوسرے ہی پل وہ ان کے سامنے تھی۔ جبکہ ریموٹ اس کے ہاتھ میں تھا۔

"بیٹا! ایک کپ چائے مل سکتی ہے۔"

"جی ابو! ابھی لائی۔" وہ تیزی سے پلٹی۔ شکیلہ نے حیرت سے اس کی پھرتی دیکھی۔

"تو مجھے کیوں اتنے نخرے دکھاتی ہے میں کیا اس کی سوتیلی ماں ہوں۔" ان کی بات پر ارشد صاحب ہنس پڑے تھے۔

"تم ماں ہو اس کی، تمہیں نخرے نہیں دکھائے گی تو
ں کو دکھائے گی۔" وہ کہہ کر اپنے کمرے کی طرف
ہ گئے تو شکیلہ بھی مسکرا کر برتن سمیٹنے لگیں۔

✡ ✡ ✡

"السلام علیکم تائی امی!" کھلے گیٹ سے اندر داخل
تے ہی سامنے برآمدے میں رکھے تخت پر اسے
ینہ تائی نظر آ گئی تھیں۔

"وعلیکم السلام لڑکی! تمہیں کہاں سے یاد آ گئی۔"
سے دیکھ کر وہ ہمیشہ کی طرح اپنے نخوت بھرے انداز
بولیں۔

"یاد تو روز کرتی ہوں تائی امی!" مقابل ــ بھی وہ
ی جس پر ان کی باتیں اور طنز چکنے گھڑے کی طرح
سل جاتے تھے۔ وہ مسکراتے ہوئے ان کے پاس
ت پر بیٹھ گئی۔

"یہ کیا ہے؟" انہوں نے اس کے ہاتھ میں پکڑے
ا پر کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔

"یہ۔" اس نے شاپر میں ہاتھ ڈال کر مٹھائی کا ڈبا
نالا "یہ امی نے آپ کے لیے بھجوائی ہے۔"

"کیوں خیر تھی؟" وہ چونک کر پوچھنے لگیں۔

"دلاور بھائی کی جاب کی خوشی میں۔ اب آپ نے
بجوائی نہیں تو ہم نے تو آپ کا منہ میٹھا کروانا تھا نا۔"

اس کے انداز پر امینہ کے تلووں پر لگی ــ سر پر
بجھی تھی۔ اس سے پہلے وہ کچھ بولتیں، انہیں اپنے
پیچھے ایک جان دار قہقہہ سنائی دیا تھا۔ ان دونوں نے
ایک ساتھ مڑ کر دیکھا۔ جہاں انس ہنستا ہوا ان کی
طرف ہی آ رہا تھا۔

"السلام علیکم انس بھائی!" اسے دیکھ کر وہ مسکراتے
ہوئے بولی۔

"وعلیکم السلام! جیتی رہو۔" وہ ماں کا چہرہ دیکھنے کے
بعد مسکراہٹ روک کر بولا۔

"دیکھا تم نے اس چھوکری کی زبان، بالشت بھر کی
ہے اور زبان گز بھر کی۔"

"واہ تائی امی! آپ کی اردو تو بڑی غضب کی ہے۔
ویسے بالشت بھر کا مطلب کیا ہوتا ہے؟" وہ آنکھیں
پٹپٹا کر معصومیت سے بولی تو انس مسکراہٹ چھپانے
کے لیے سامنے رکھے مٹر کے تھال پر جھک گیا۔

"چپ کرتی ہو یا اٹھاؤں جوتی؟" ان کے دھمکانے
انداز پر وہ منہ بنا کر رہ گئی۔

"اور کیا ہے اس کے اندر؟" امینہ کو شاپر میں
موجود اور سامان دیکھ کر کھدبد ہونے لگی۔

"یہ کچھ کتابیں ہیں جو مجھے دلاور بھائی کو دینی ہیں۔"

"دلاور تو ابھی گھر نہیں آیا مجھے دے دو، میں اسے
دے دوں گی۔" ایک پل کے لیے تو سنبل گھبرا کر رہ
گئی۔ انس اس کا چہرہ دیکھ کر مسکرا دیا۔

"جاؤ دلاور کے کمرے میں رکھ آؤ، میں بتا دوں
گا۔" انس کے کہنے پر اس نے کب سے رکا اپنا سانس
بحال کیا اور تیزی سے کھڑی ہوئی۔ اس سے پہلے کہ
امینہ تائی اس کے ہاتھ سے شاپر چھین لیں۔ کمرے
میں آ کر وہ متلاشی نظروں سے کوئی محفوظ جگہ تلاشنے
لگی۔

"کیا ہوا؟" وہ شاپر کو بیڈ کے نیچے چھپا رہی تھی
جب اس کی آواز پر تیزی سے اچھلی۔

"انس بھائی! بہت برے ہیں آپ۔ ڈرا دیا مجھے۔"
وہ ایک ہاتھ سینے پر رکھ کر بولی۔

"ایسے کام ہی کیوں کرتی ہو جس میں ڈرنا پڑے۔" وہ

خواتین کے لیے خوبصورت تحفہ

خواتین کا گھریلو انسائیکلوپیڈیا

کھانا خزانہ

کہتے ہوئے بیڈ پر جا کر بیٹھ گیا۔

"تو کیا کروں؟ آپ کے بھائی اور میری باجی نے مجھے کبوتر بنا دیا ہے۔ سارا وقت پیغام اور تحفے ادھر سے اُدھر کرتی رہتی ہوں۔ اس سے اچھا تھا۔ میں TCS میں لگ جاتی۔ کم از کم تھوڑے پیسے تو ملتے۔" وہ تھوڑی ناراضی اور غصے سے بولتی ہوئی بڑی پیاری لگ رہی تھی۔

"اب پلیز، آپ اسے سنبھالیں۔ شبنم باجی نے دلاور بھائی کے لیے بھیجا ہے اور یہ پرسنل ہے۔ کھول کر مت بیٹھ جایئے گا۔"

"کیوں ایسا کیا پرسنل ہے۔ میں تو دیکھوں گا۔ میرے بھائی کا گفٹ ہے۔" وہ ڈبے کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولا تو سنبل نے تیزی سے ڈبا دبوچ لیا۔

"یہ میری بہن نے دیا ہے۔ میں نے بھی نہیں دیکھا، ویسے بھی کسی کی پرسنل چیزیں نہیں دیکھنی چاہئیں انس بھائی! آپ کو اتنا بھی نہیں پتا۔" اب کے وہ جھنجھلا کر بولی تو انس ہنس پڑا۔ اسے اس پھلجھڑی سی لڑکی کو تنگ کرنے میں بڑا مزہ آتا تھا۔

"اچھا بابا! نہیں دیکھتا اب تو دے دو، نہیں تو امی نے دیکھ لیا تو گیا تمہاری باجی کا گفٹ پانی میں۔"

"اوہاں!" وہ یاد آنے پر جلدی سے بولی۔ "یہ لیں، اسے الماری کے اوپر والے شیلف میں رکھ دیں۔ وہاں تائی امی کا ہاتھ نہیں جائے گا۔" اس نے پکڑانے کے ساتھ مشورہ بھی دے ڈالا۔

اس سے پہلے وہ کچھ کہتا۔ باہر سے امینہ تائی کی آواز آئی تھی۔

"کہاں رہ گئی لڑکی؟"

"ایک تو مجھے لگتا ہے، تائی امی کو میرا نام یاد نہیں ہوتا۔" وہ جھنجھلا کر بولتے ہوئے باہر نکل گئی۔ انس نے مسکراتے ہوئے اس ڈبے کو دیکھا اور الماری میں سب سے اوپر والے شیلف میں رکھ دیا۔

☆ ☆ ☆

وہ تیزی سے سیڑھیاں چڑھ رہی تھی اور اس کے دونوں ہاتھوں میں آئس کریم کپ تھے۔

"یہ لیں باجی!" وہ پھولی ـــــ سانسوں کے ساتھ اس کے قریب گرنے کے انداز میں بیٹھی تھی۔

"مجھے نہیں کھانا۔" شبنم اکتا کر بولی۔

"آپ کو ہوا کیا ہے باجی! کل سے ہی کاٹ کھانے کو دوڑ رہی ہیں۔" وہ اپنی آئس کریم کھاتے ہوئے مزے سے بولی۔

"پاگل ہو گئی ہوں نا اس لیے۔" اب کے وہ رندھے ہوئے لہجے میں بولی تو سنبل نے رک کر بہن کا چہرہ دیکھا۔

"آپ نے پوچھا نہیں یہ آئس کریم کہاں سے آئی؟" شبنم نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

"دلاور بھائی لے کر آئے ہیں۔" اب کے شبنم نے چونک کر اسے دیکھا جو مزے سے آئس کریم کھا رہی تھی۔

"وہ کب آئے؟"

"کب کے نیچے امی کے پاس بیٹھے ہیں۔" اس کی بے نیازی پر شبنم نے کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھا۔

"تم مجھے اب بتا رہی ہو۔" وہ اٹھتے ہوئے بولی۔ تو سنبل نے دوبارہ ہاتھ پکڑ کر اسے بٹھا لیا۔

"یہیں بیٹھ جائیں دلاور بھائی ابھی اوپر آئیں گے۔" وہ جو اسے کچھ سخت سست کہنے والی تھی چپ ہو کر رہ گئی۔

"آئیں سنبھالیں اپنی منگیتر کو لیکن افسوس آپ کے ساٹھ روپے پگھل گئے۔" اس نے بے چارگی سے اسے پگھلی ہوئی آئس کریم دکھائی تو دلاور نے مسکرا کر اس کے سر پر چپت لگائی اور شبنم کی طرف دیکھا۔ جس نے ناراضی سے منہ دوسری طرف گھما لیا تھا۔

"سنا ہے کچھ لوگ ناراض ہیں۔" وہ اس سے کچھ فاصلہ پر اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے بولا لیکن وہ مسلسل دوسری طرف دیکھ رہی تھی۔

"دیکھو شبنم! تمہاری دی ہوئی ٹائی لگا کر آفس گیا تھا اور فضا میں مہکی خوشبو کو بھی محسوس کرو، تمہارا بھیجا

ہوا پرفیوم لگایا ہوا ہے۔ اور یہ سب میں تمہیں دکھانے آیا ہوں۔" اب کے شبنم نے رخ موڑ کر دیکھا۔

"بڑی جلدی یاد آگیا۔ اتنے دن تو توفیق نہیں ہوئی۔"

"سوری یار! مجھے پتا تھا۔ تم ناراض ہو گی لیکن کیا کروں نیا نیا آفس جوائن کیا ہے۔ آنے میں دیر ہو جاتی ہے۔ صبح جلدی اٹھنا ہوتا ہے تو جلدی سو جاتا ہوں اور تمہیں میسج کروں تو تم جواب بھی نہیں دیتیں۔"

"تم جھوٹ کیوں بول رہے ہو۔ رات جب فون کرتی ہوں تو بزی جاتا ہے۔ جب تم سو رہے ہوتے ہو تو پھر فون کیسے جاگ رہا ہوتا ہے۔" دلاور نے ہڑبڑا کر اسے دیکھا۔

"پتا نہیں یار! میں تو سو جاتا ہوں' خیر اب تو میں آگیا ہوں نا تو اپنی ناراضی ختم کرلو۔ میری لائی ہوئی آئس کریم بھی ضائع کر دی تم نے۔" وہ منہ بنا کر بولا تو شبنم کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

☼ ☼ ☼

"دلاور کو تم لے کر آئی تھیں نا؟" وہ بڑے انہماک کے ساتھ نوٹس کو رٹا لگانے میں مصروف تھی جب شبنم نے اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھا۔ جواباً اس نے لاپروائی سے دیکھ کر سر ہلایا۔

"کیوں؟"

"کیوں کہ باجی! میں آپ کو افسردہ نہیں دیکھ سکتی۔" اب وہ نوٹس سے نظر ہٹا کر بولی۔

"لیکن مجھے پھر بھی اچھا نہیں لگا سنبل! جو احساس تمہیں ہوا تھا' وہ دلاور کو ہونا چاہیے تھا۔ محبت کا احساس بھیک میں نہیں لیا جاتا اور نہ یہ احساس کسی اور کے احساس دلانے سے ہوتا ہے۔ کیا اس کو نہیں پتا کہ اس کی خوشی پر میرا بھی کچھ حق ہے۔ تائی امی جس طرح کا سلوک ہمارے ساتھ کرتی ہیں اور دلاور جس طرح تائی امی کا چمچہ ہے۔ مجھے ڈر ہی لگتا ہے۔ پتا نہیں کیا ہو گا۔ مجھے اپنا مستقبل دھند کی لپیٹ میں لپٹا نظر آتا ہے۔" بات کرتے کرتے وہ سر جھکا کر اپنے ناخنوں کو دیکھنے لگی۔

اور اس کا چہرہ دیکھتی سنبھل سمجھ گئی تھی وہ آنسو ضبط کر رہی ہے۔ اس نے آگے بڑھ کر بازو اس کے گرد پھیلا دیا۔

"آپ خوامخواہ پریشان ہو رہی ہیں باجی! سب جانتے ہیں بچپن سے آپ کی بات دلاور بھائی سے طے ہے' دوسرا دلاور بھائی آپ کو کتنا پسند کرتے ہیں اور تائی امی جو بھی کر لیں دلاور بھائی' تایا ابو' انس بھائی سب کا ووٹ آپ کے ساتھ ہے سو ڈونٹ وری۔"

"تم بہت اچھی ہو سنبل اور شاید بہت سمجھ دار بھی۔"

"وہ تو میں ہوں۔" شبنم کے کہنے پر وہ فرضی کالر اکڑا کر بولی اور پھر دونوں ہنسنے لگی تھیں۔

☼ ☼ ☼

گیٹ پر پڑا تالا اس کا منہ چڑا رہا تھا۔ اس کا خراب موڈ اور خراب ہو گیا۔ وہ کچھ دیر وہیں کھڑا رہا اور پھر گہرا سانس لے کر دائیں گلی میں مڑ گیا۔

"کون؟" پوچھنے کے ساتھ اس نے دروازہ کھول دیا تھا "ارے انس بھائی!" اسے دیکھ کر وہ بے ساختہ انداز میں خوش ہوئی "اندر آئیں نا!" وہ راستہ دے کر بولی۔

"امی! دیکھیں انس بھائی آئے ہیں۔" دروازہ بند کرتے ہی وہ اونچی آواز میں ہانک لگا کر بولی۔

"السلام علیکم چچی جان! کیسی ہیں؟"

"وعلیکم السلام میں ٹھیک ہوں بیٹا! آؤ بیٹھو۔ بڑے تھکے ہوئے لگ رہے ہو۔" شکیلہ کے پوچھنے پر سنبل نے بھی غور سے اس کا چہرہ دیکھا۔ وہ واقعی تھکا ہوا لگ رہا تھا۔

"جی چچی! صبح سے نکلا ہوا تھا۔ تین انٹرویو تھے' بسیں بدل بدل کر سر گھوم گیا۔ صبح بھی کچھ کھا کر نہیں گیا۔ اب گھر پہنچا ہوں تو امی پتا نہیں کہاں گئی ہیں تالا لگا ہوا ہے۔"

"سنبل! جاؤ شبنم سے کہو' جلدی جلدی گرم پھلکے ڈالے۔ بھائی کے لیے کھانا لے آؤ۔"

"نہیں چچی!"

"چپ رہو یہ بھی تمہارا گھر ہے اور تم صبح سے بھوکے ہو' اتنا سامنہ نکل آیا ہے' اب تم کھڑی منہ کیا دیکھ رہی ہو' جلدی جاؤ۔" انہوں نے کہنے کے ساتھ پریشان کھڑی شبنم کو گھورا اور اس کے ڈر کر بھاگنے پر وہ بے ساختہ مسکرایا تھا۔

"چائے!" وہ صوفے کی پشت سے ٹیک لگائے اونگھ رہا تھا۔ جب شبنم کی آواز پر چونک کر سیدھا ہوا۔

"سوری شاید میں سو گیا تھا" وہ چائے کا کپ تھامتے ہوئے جھینپ کر بولا۔

"چائے پی کر سو جاؤ اندر آرام سے۔"

"نہیں چائے پی کر چلتا ہوں۔ امی آگئی ہوں گی۔" وہ چائے کا گھونٹ لے کر بولا۔

"کچھ پریشان لگ رہے ہو۔"

"نہیں تو۔" وہ ٹالنے کے لیے مسکرایا۔

"میرا خیال ہے انس! ہم کزن ہونے کے علاوہ دوست بھی ہیں۔" شبنم نے سنجیدہ انداز میں کہا تو وہ مخصوص انداز میں مسکرا دیا۔

"پتا نہیں جب ایم بی اے کی ڈگری لی تھی تو لگا دنیا فتح کرلی ہے۔ اندازہ ہی نہیں تھا کہ یوں خوار ہونا پڑے گا۔ دو ماہ سے زیادہ ہو گئے ہیں جاب کی تلاش کرتے ہوئے لیکن مسلسل ناکامی ہے۔ سمجھ میں نہیں آرہا کیا کروں۔" یہ کہتے ہوئے اس نے ہاتھوں کو اضطرابی انداز میں بالوں میں پھیرا۔

"تم دل چھوٹا نہ کرو انس! تم تو اتنے باہمت ہو' ابو تمہاری مثال دیتے ہیں۔ دوسرا ڈگری تمہارے ہاتھ میں ہے۔ آج نہیں تو کل تمہیں اپنی محنت کا صلہ ضرور ملے گا۔"

"ہوں!" وہ چائے ختم کر چکا تھا "چلتا ہوں کھانا اور چائے دونوں بہت مزے کے تھے۔ کافی عرصے بعد اتنا مزے کا کھانا کھایا ہے۔ اب سوچ رہا ہوں امی سے کہوں ولاور کی شادی کردیں۔ کم از کم تمہارے ہاتھ کا کھانا کھانے کو تو ملے گا۔"

"مجھے نہیں لگتا تمہارے بھائی کو شادی میں یا مجھ میں انٹرسٹ ہے۔ جب سے جاب ملی ہے موصوف کے مزاج ہی نہیں ملتے۔" وہ نہ چاہتے ہوئے بھی شکوہ کر گئی تھی۔

"کیا واقعی ایسا ہے؟" وہ حیران ہوا۔

"تو اور کیا فون تک کرنے کی فرصت نہیں اسے۔"

"پر وہ تو ہر وقت فون پر ہوتا ہے۔ میں سمجھا تم سے۔" انس نے تیزی سے کہہ کر شبنم کا چہرہ دیکھا جو پریشان نظر آرہی تھی۔

"ارے مذاق کر رہا تھا۔"

"بدتمیز جان نکال دی تھی۔" وہ اس کے بازو پر تھپڑ لگا کر بولی۔

"اوکے پھر آؤں گا۔" وہ کہہ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ ابھی اس نے دروازہ کھولا تھا جب اس نے پیچھے شبنم کی آواز سنی۔

"انس بھائی! آپ پریشان نہ ہوں۔ آپ کو بہت جلد بہت اچھی جاب ملے گی۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گی۔" انس حیرت سے اس کی اپنے بارے میں اتنی فکر دیکھ رہا تھا۔ "ابو کہتے ہیں اللہ تعالیٰ میری دعا جلدی سنتے ہیں۔"

انس کی نظریں اس کے چہرے پر چھائی معصومیت پر ٹھہر گئی تھیں اور اگلے لمحے وہ مسکرا دیا "تھینک یو۔"

☆ ☆ ☆

ارشد صاحب کے باہر نکلتے ہی وہ تلملاتی ہوئی اندر آئی تھیں۔

"آپ نے ارشد کو پیسے دیے ہیں؟" واجد صاحب نے حیرت اور پھر غصے سے امینہ کو دیکھا۔

"ہاں دیے ہیں تمہیں کیا تکلیف ہے؟"

"مجھے تکلیف پیسے دینے پر نہیں تین لاکھ دینے پر ہے۔"

"تمہارے پیسے تھے جو تمہیں تکلیف ہو رہی ہے۔ میرا بھائی ہے وہ' اسے ضرورت تھی اور اس نے ادھار لیا ہے کوئی احسان نہیں کیا میں نے اس پر۔"

امینہ نے تھوڑا شرمندہ ہو کر حیران نظروں سے دیکھتے اپنے بیٹے کو دیکھا جبکہ انس کی نظریں جھکی تھیں۔

"مجھے برا لگا واجد! کیونکہ اس دن انس نے آپ سے تین لاکھ مانگے تھے تو آپ نے منع کر دیا۔ آپ کے نزدیک اولاد کا فیوچر کچھ نہیں۔" امینہ کے طنز پر واجد صاحب نے ماتھے پر بل ڈال کر انس کو دیکھا تو وہ گڑبڑا کر ماں کو دیکھنے لگا۔

"اس میں میرا کیا ذکر ہے امی! ابو سے میں نے پیسوں کی بات کی تھی لیکن ابو نے مجھے نہیں دیے۔ اس کی کچھ وجہ تھی۔ میں نے آپ سے کوئی شکایت نہیں کی تو آپ اپنے جھگڑے میں مجھے کیوں گھسیٹ رہی ہیں۔"

"میں ماں ہوں تمہاری، تم دونوں کی جو تکلیف مجھے نظر آتی ہے، وہ تمہارے باپ کو نظر نہیں آتی۔"

"ہاں کیونکہ میں سوتیلا ہوں۔ تم انہیں جہیز میں لے کر آئی تھیں۔" امینہ سے بات بن نہ پڑی تو وہ بیٹھ کر رونے لگیں۔ دلاور اٹھ کر ماں کے قریب بیٹھ گیا۔

"تم نے اپنا ہی رونا ڈال دیا ہے جو ضروری بات مجھے کرنی تھی، وہ تو درمیان میں ہی رہ گئی۔" وہ تینوں واجد صاحب کی شکل دیکھنے لگے۔

"شبنم کا ماسٹرز بھی مکمل ہو گیا ہے اور دلاور کی جاب بھی اچھی جا رہی ہے اور یہی اچھا وقت ہے کہ ہم اپنے فرض سے سبک دوش ہو جائیں۔

"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں۔" امینہ نے سمجھنے کے باوجود ناسمجھی کا مظاہرہ کیا۔

"ایسا کون سا فلسفہ بول دیا جو تم جیسی کم عقل عورت کی سمجھ میں نہیں آ رہا۔ میں شبنم اور دلاور کی شادی کی بات کر رہا ہوں۔"

دلاور نے گھبرا کر ماں کو دیکھا۔

"آپ عجیب باپ ہیں واجد! آپ کو پہلے اپنے بھائی کی اولاد نظر آتی ہے اور بعد میں اپنی۔"

"مطلب کیا ہے تمہارا؟" انہوں نے ماتھے پر بل ڈال کر پوچھا۔

"پتا ہے، لوگ کیسے اپنے بیٹوں کے لیے رشتے ڈھونڈتے ہیں۔ میرے بیٹے کی جیسی جاب اور حیثیت ہے۔ لوگ ایسے رشتوں کو جہیز میں گاڑی تک دیتے ہیں جبکہ آپ کا بھائی گاڑی تو دور کی بات جہیز کا سامان پورا نہیں دے سکتا۔"

حیرت کی زیادتی سے واجد صاحب کچھ لمحوں کے لیے بول ہی نہیں سکے جبکہ انس حیرت سے خاموش بیٹھے دلاور کو دیکھ رہا تھا۔

"دماغ ٹھیک ہے تمہارا امینہ! کیا فضول بکواس کر رہی ہو۔ شبنم اور دلاور کا رشتہ بچپن سے طے ہے۔"

"لیکن یہ کوئی پتھر پر لکیر تو نہیں، صرف بچپن میں زبانی کلامی بات ہوئی تھی۔ کوئی رسم نہیں ہوئی، نہ ہم نے کبھی اس بات کو دہرایا، وہی لوگ امید لگائے بیٹھے ہیں۔"

واجد صاحب نے بے ساختہ اپنا ماتھا پیٹا۔ باپ کو صدمے میں دیکھ کر انس کھڑا ہوا تھا۔

"امی! یہ آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں۔ یہ جہیز کہاں سے آ گیا درمیان میں۔ میاں بیوی کے رشتے کے لیے چیزوں کی نہیں محبت اور انڈر اسٹینڈنگ کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ دلاور اور شبنم میں ہے اور تم دلاور! تم بولتے کیوں نہیں خاموش کیوں ہو؟" انس نے اب غصے سے دلاور کو دیکھا جو کب سے خاموش بیٹھا تھا۔

"وہ کیا بولے گا۔ میرا بیٹا ہے۔ میں جانتی ہوں اسے اور اس کے دل کی بات بھی، بے چارا بچپن سے چپ ہے۔ باپ کے ڈر سے بولا ہی نہیں۔ بنگو ڑے میں تھا جب اسے اچھے برے کی پہچان نہیں تھی۔ اپنی قبول صورت بھتیجی تھما دی۔ اب جبکہ اس کے پاس اچھی چوائس ہے تو وہ کیوں جانتے بوجھتے کنویں میں چھلانگ لگائے۔" واجد صاحب نے سختی سے دانتوں پر دانت جمار کھے تھے۔

"دلاور کے باس کی بیٹی ہے۔ خوب صورت ہے، امیر ہے اور سب سے بڑھ کر وہ دلاور کو پسند کرتی ہے۔ اس نے خود دلاور کو پرپوز کیا ہے۔" کہنے کے ساتھ امینہ نے فخر سے اپنے خوبرو بیٹے کو دیکھا۔

"اس سے شادی کی صورت میں نہ صرف جہیز میں

قیمتی سامان اور گاڑی ملے گی بلکہ دلاور کو پروموشن بھی ملے گی' میں مل بھی چکی ہوں اس لڑکی سے اور مجھے پسند بھی ہے وہ۔"

"امی!" انس نے باپ کا دھواں دھواں ہوتا چہرہ دیکھ کر دکھ سے ماں کو دیکھا۔

"امی! شبنم کے بارے میں سوچیں۔ چاچو چچی کے بارے میں سوچیں۔ وہ سارے رشتے داروں کو کیسے فیس کریں گے لوگوں کو کیا وجہ بتائیں گے۔ کیوں بچپن کا رشتہ ٹوٹا۔ وہ بے گناہ ہوتے ہوئے بھی گناہ گار کہلائے گی اور دلاور تم تو شبنم کو پسند کرتے تھے۔ میں گواہ ہوں اس چیز کا' تم کیوں نہیں بولتے تمہاری زندگی کا سوال ہے سمجھاؤ امی کو۔" اس نے کندھے سے پکڑ کر بھائی کو جھنجھوڑ ڈالا تھا۔

"تم ان کے زیادہ حمایتی نہ بنو انس' میں اور دلاور فیصلہ کر چکے ہیں اور دلاور کی مرضی سے ہوا ہے۔ دلاور بھی اس لڑکی کو پسند کرتا ہے۔"

اور کب سے خاموش کھڑے واجد صاحب جیسے پھٹ پڑے تھے۔

"جیسی ماں — ویسا ہی بیٹا نکلا کم ظرف' لالچی۔"

دلاور نے تڑپ کر باپ کو دیکھا لیکن ان کی آنکھوں میں اتنا غصہ تھا وہ نظریں جھکا کر رہ گیا۔ "اور تم کم ظرف عورت! تمہیں شروع سے ہی گھمنڈ تھا بیٹوں کی ماں ہونے کا۔ تمہیں احساس ہی نہیں بیٹی کی تکلیف کیا ہوتی ہے' شاید اسی لیے اتنی خواہش کے باوجود اللہ نے تمہیں اس رحمت سے محروم رکھا۔ جس بہو کو تم لالچ کی وجہ سے لا رہی ہو وہی تمہیں ذلیل کر کے اس گھر سے باہر نکالے گی اور تب تمہیں اس ہیرے کی قدر آئے گی جسے تم پتھر سمجھ کر بے مول کر رہی ہو اور تم نا ہنجار' تم آستین کے سانپ کیا پلاننگ کر رکھی ہے تم نے' تمہاری ماں تو زہر اگل چکی ہے تم کہو تمہارا کیا فیصلہ ہے۔"

دلاور نے گھبرا کر ماں کا چہرہ دیکھا جنہوں نے آنکھ کے اشارے سے اسے تسلی دی تھی۔

"ابو! میں بھی شبنم سے شادی نہیں کرنا چاہتا۔ فیہا کے ساتھ شادی کر کے میں کہاں سے کہاں پہنچ جاؤں گا۔" وہ آنکھوں میں چمک لے کر جوش سے بولا۔

"لعنت ہو تم پر اور تمہاری سوچ پر۔" واجد صاحب نے حقارت سے اسے دیکھا۔ سر جھٹک کر باہر نکل گئے انس بس ملامت بھری نظروں سے ماں اور بھائی کو دیکھ رہا تھا۔

☆ ☆ ☆

وہ کب سے شکیلہ کو دیکھ رہے تھے جو کسی سوچ میں گم بیٹھی تھیں۔

"شکیلہ۔"

"جی!" وہ چونک کر انہیں دیکھنے لگیں۔

"کس بات کو لے کر پریشان ہو۔" وہ تھکے ہوئے انداز میں ان کے سامنے بیٹھ گئیں۔

"کل رضیہ آئی تھیں۔" انہوں نے واجد صاحب اور ارشد صاحب کی مشترکہ کزن کا نام لیا۔

"وہ پوچھ رہی تھیں کہ کیا دلاور اور شبنم کی منگنی ختم ہو گئی؟"

"ایسے کیوں کہا انہوں نے۔" وہ پریشان ہو کر بولے۔

"میں نے بھی یہی پوچھا تھا۔ پہلے تو وہ ٹال گئیں پھر بولیں۔ امینہ بھابھی کسی تقریب میں ملی تھیں' کہہ رہی تھیں۔ دلاور کے لیے انہوں نے کسی بہت امیر لڑکی کو پسند کیا ہے۔ جہیز میں انہیں گھر اور کار ملے گی۔"

کہتے ہوئے وہ رو پڑیں۔ کچھ دیر تک ارشد صاحب بول ہی نہیں سکے۔ پھر سر جھٹک کر بولے۔

"تم خواہ مخواہ پریشان ہو رہی ہو' بہت سے لوگوں کو تکلیف ہے کہ شبنم کی شادی دلاور جیسے لڑکے سے ہو رہی ہے تو کہیں تو انہیں اپنا حسد نکالنا ہے' اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو بھائی صاحب مجھے بتاتے۔"

شکیلہ تلخ ہو کر بولیں "کیا آپ کو ان لوگوں کے انداز کچھ سمجھا نہیں رہے۔ ایک ماہ ہونے کو آیا ہے۔ نہ بھائی صاحب آئے اور نہ دلاور۔ اس دن بازار میں

بھابھی کو دیکھا۔ انہوں نے مجھے دیکھ لیا تھا لیکن میرے آگے بڑھتے ہی وہ یوں مڑیں جیسے دیکھا ہی نہ ہو۔"

راشد صاحب کو چپ لگ گئی تھی۔

"اس سے پہلے کہ وقت ریت کی طرح ہماری مٹھی سے پھسل جائے۔ آپ بھائی صاحب سے بات کریں' ان سے پوچھیں لوگ ایسی باتیں کیوں کر رہے ہیں۔ میرا دل کچھ غلط ہونے کا اشارہ دے رہا ہے۔"

ماں کی اندیشوں سے لرزتی آواز پر وہ جو چائے کا پوچھنے آئی تھی۔ الٹے قدموں واپس مڑی تھی۔ کمرے تک آتے آتے وہ اپنا ضبط کھو چکی تھی۔ وضو کر کے جونہی سنبل باہر نکلی۔ شبنم کو یوں زار و قطار روتے دیکھ کر وہ گھبرا کر اس کی طرف آئی تھی۔

"کیا ہوا باجی؟ ایسے کیوں رو رہی ہیں۔" شبنم کے رونے میں اور شدت آگئی تھی۔

"باجی پلیز کچھ تو بولیں۔ میں پریشان ہو رہی ہوں۔" شبنم نے روتے ہوئے سر اٹھا کر اسے دیکھا اور وہ جو سن کر آئی تھی بتاتی چلی گئی۔ سنبل کے ماتھے پر بل پڑ گئے تھے۔

"آپ بجائے رونے کے فون کر کے دلاور بھائی سے کیوں نہیں پوچھ لیتیں۔"

"کتنی بار سنبل! کتنی بار اب تو فون کر کر کے میری انگلیاں گھس گئی ہیں۔ وہ فون نہیں اٹھاتا۔ نہ میسج کا جواب دے دیتا ہے۔" سنبل خاموش ہو کر اس کے پاس بیٹھ گئی۔

"باجی! ہو سکتا ہے جو آپ نے سنا ہو' سچ ہو' تائی امی کو آپ جانتی ہیں وہ ایسا کر بھی سکتی ہیں لیکن مجھے یقین ہے دلاور بھائی ایسے نہیں' وہ آپ کو بہت چاہتے ہیں۔ آپ خود ان سے بات کریں۔"

"کیسے؟" وہ بے بس ہو کر بولی۔

"آپ چلیں میرے ساتھ۔ ہم ان کے گھر چلتے ہیں۔" سنبل کے مشورے پر شبنم نے غصے سے اسے دیکھا۔

"پاگل تو نہیں ہو گئیں گھر جا کر اپنا تماشا بنانا ہے۔" کہہ تو شبنم ٹھیک رہی تھی وہ کچھ اور سوچنے لگی۔

"پھر ایسا کریں' صبح ان کے آفس چلی جائیں پلیز باجی! اب اس پر اعتراض نہ کرنا۔ یہ آپ کے فیوچر کا سوال ہے۔ دلاور بھائی بزدل سے ہیں۔ شاید آپ کو دیکھ کر کچھ ہمت پکڑ لیں۔"

سنبل کے کہنے پر شبنم نے سر جھکا لیا۔ اس کے چہرے پر سوچ کی پرچھائیاں واضح نظر آرہی تھیں۔

☆ ☆ ☆

اور یہ اس کی زندگی کی سب سے بڑی غلطی تھی۔ اسے آفس نہیں جانا چاہیے تھا۔

اس شخص کا کچھ تو بھرم رہ جاتا جس کو اس نے بچپن سے سوچا تھا۔ ریسپشن سے دلاور واجد کا پوچھ کر وہ اس کے کیبن کی طرف بڑھنے لگی۔ بڑھتے قدموں میں بے حد وزن محسوس ہو رہا تھا جبکہ ٹھنڈے موسم میں بھی اس کی پیشانی پر پسینے کے قطرے چمک رہے تھے۔ پہلی بار تھا جب ماں باپ سے چھپا کر وہ کوئی کام کرنے جا رہی تھی۔

اس نے کیبن میں داخل ہونے سے پہلے سر پر لیا ہوا دوپٹا ایک بار پھر سیدھا کیا۔ ہلکا سا کھنکھٹا کر اس نے ناب گھما کر دروازہ کھول دیا۔ کمپیوٹر کی اسکرین کی طرف دیکھتے دلاور نے سرسری نظر دروازے پر ڈالی لیکن اگلے ہی پل وہ اچھل کر کھڑا ہوا۔ اب وہ بے حد حیران' قدرے پریشان نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اسے بالکل امید نہیں تھی کہ وہ اس طرح اس کے سامنے آکر کھڑی ہو جائے گی۔

"تم! آخر اس کا سکتہ ٹوٹا اور ایک لفظ اس کے منہ سے نکلا۔ شبنم اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اس کے بالکل سامنے آکر کھڑی ہو گئی۔

"کیسی ہو؟" وہ بمشکل مسکرا کر بولا "بیٹھو۔" اس نے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

"بیٹھنے نہیں آئی کچھ پوچھنے آئی ہوں۔" دلاور کے دل کی دھڑکن تیز ہوئی تھی۔ اسے پتا تھا ایسا لمحہ ضرور آئے گا لیکن اب تک وہ ہر ممکن طریقے سے بچتا آرہا تھا اور وہ بڑا فیصلہ کرنے کے باوجود اتنی ہمت نہیں کر پا

رہا تھا کہ شبنم کا سامنا کرے اور شبنم بغور اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ کا جائزہ لے رہی تھی۔

"میرا فون کیوں نہیں اٹینڈ کر رہے؟" وہ سنجیدہ لہجے میں پوچھنے لگی۔

"فون؟" وہ گڑبڑایا "وہ تو کسی اور سوال کا منتظر تھا" وہ دراصل میرا فون خراب تھا۔"

"اچھا!" وہ بڑی سنجیدگی سے بولی "شاید اسی لیے فون کی بیل بھی جاتی ہے اور فون گھنٹوں انگیج بھی جاتا ہے۔ خیر میں کچھ اور بھی پوچھنے آئی تھی۔"

"تم بیٹھو تو میں کچھ منگواتا ہوں تمہارے لیے۔" وہ سٹپٹا کر بولا۔ اس سے پہلے وہ کچھ پوچھتی دروازہ کھلا تھا۔

"ہائے دلاور!" ایک طرح دار سی لڑکی اندر داخل ہوئی اور پھر شبنم پر نظر پڑتے ہی رک گئی تھی۔

"آؤ نیہا!" دلاور اس کو سامنے دیکھ کر اور گھبرا گیا تھا۔ اس نے شبنم کا فق چہرہ دیکھ کر نیہا کا کھلا ہوا چہرہ دیکھا۔ دونوں کے لباس، انداز اور شکل میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ دلاور نے گہرا سانس لیا۔ جیسے فیصلہ کرنے میں آسانی ہو گئی ہو۔

"یہ کون ہیں؟" نیہا نے سوالیہ نظروں سے شبنم کو دیکھ کر پوچھا۔ شبنم دلاور کے بولنے کی منتظر تھی۔

"یہ شبنم ہے میری کزن اور شبنم! یہ نیہا ہے۔" شبنم نے بھی گہرا سانس لیا۔ جیسے کوئی شخص آخری سانس لیتا ہے۔

"تم نے پورا تعارف نہیں کروایا دلاور!" نیہا نے اٹھلا کر کہا تو دلاور نے مسکرا کر شبنم کو دیکھا۔

"یہ نیہا ہے میری منگیتر۔" شبنم مسکرا دی اور اس مسکراہٹ میں کتنا درد تھا۔ یہ تو صرف وہی جانتی تھی۔ وہ نہ بھی بتاتا۔ آنے والی کے استحقاق بھرے انداز اسے سب سمجھا گئے تھے۔

"آپ سے مل کر خوشی ہوئی۔ نیہا!" شبنم نے اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

"تھینک یو اور تم ہماری شادی میں آ رہی ہو نا!" نیہا کے پوچھنے پر اس نے بڑی جلتی نظر اس کم ظرف انسان پر ڈالی جس نے اس کی ہستی لمحوں میں پامال کر ڈالی تھی اور واپس مڑ گئی تھی۔

☆ ☆ ☆

وہ صدمے کی کیفیت میں سامنے بیٹھی شبنم کو دیکھ رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد اس نے سر بے ساختہ نفی میں ہلایا۔

"نہیں، دلاور بھائی ایسا نہیں کر سکتے۔" بے یقینی سی بے یقینی تھی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اس نے دکھ بھری نظروں سے اپنی بہن کے پتھریلے چہرے کو دیکھا۔ پتا نہیں وہ کتنا رو چکی تھی کہ اس کی آنکھیں بنجر لگنے لگی۔

"آپ نے امی، ابو کو بتایا۔"

"نہیں، آج نہیں تو کل انہیں خود ہی پتا چل جائے گا۔" کہنے کے ساتھ شبنم نے گہرا سانس لیا۔

"آپ اب کچھ نہیں کریں گی یونہی خاموش ہو کر بیٹھ جائیں گی۔" شبنم بے چارگی سے مسکرائی تھی "میں آخر کر بھی کیا سکتی ہوں۔"

"مطلب کیا ہے باجی! اتنا بڑا دھوکا ہوا ہے آپ کے ساتھ۔ آپ کو یوں بیچ منجدھار میں چھوڑ کر دلاور بھائی ہنسی خوشی اپنی زندگی کا آغاز نہیں کر سکتے انہیں اس بے وفائی کی وجہ بتانی ہو گی۔" وہ اشتعال سے کھڑی ہو گئی۔

"کیا یہ وجہ کم ہے کہ میرے پاس دولت نہیں ہے۔" شبنم نے اب کے لیٹ کر دونوں آنکھیں بند کر لیں۔ سنبل کتنی دیر ہونٹ بھینچے اپنی بہن کی لرزتی پلکوں اور ہونٹوں کو دیکھتی رہی۔ اس نے ایک نظر دائیں طرف لگی گھڑی پر ڈالی۔ جہاں شام کے ساڑھے چھ بج رہے تھے۔ اس نے ایک نظر پھر بہن کو دیکھا اور تیزی سے باہر نکل گئی۔

☆ ☆ ☆

گیٹ ہمیشہ کی طرح کھلا تھا۔ لیکن سامنے رکھا تخت خالی تھا وہ اسی طرح سخت اور پتھریلا انداز لیے آگے بڑھ آئی۔ باہر کھڑی مہران دیکھ کر اسے اندازہ ہو گیا تھا۔

ولاور گھر آچکا ہے۔ اس کا رخ ولاور کے کمرے کی طرف تھا۔ اس سے پہلے وہ اندر داخل ہوتی کوریڈور سے اسے انس آتا دکھائی دیا۔ اس نے واضح طور پر اسے پریشان ہوتے دیکھا تھا۔

"سنبل تم اس وقت خیریت ہے؟" وہ اس کے پاس کھڑے ہو کر اس کے چہرے کو جانچتے ہوئے بولا۔

"مجھے ولاور بھائی سے ملنا ہے۔"

"وہ تو گھر پہ نہیں۔"

سنبل نے بڑی سنجیدہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"ان کی باہر کھڑی گاڑی میں دیکھ چکی ہوں۔" تب ہی اپنے کمرے کا دروازہ کھول کر ولاور باہر نکلا اور سامنے انس کے ساتھ کھڑی سنبل کو دیکھ کر پہلے وہ ٹھٹکا اور پھر رک گیا۔ سنبل نے طنزیہ نظروں سے انس کو دیکھا۔

"جھوٹ بولنا لگتا ہے آپ لوگوں کی ہابی ہے۔"

اب کی بار انس کے ہونٹ بھنچ گئے تھے۔ سنبل رکے بغیر سیدھی ولاور کے سامنے جا کر کھڑی ہو گئی۔

"جو ہم نے سنا ہے وہ سچ ہے ولاور بھائی!" ولاور نے گڑبڑا کر انس کو دیکھا جو بے حد خاموشی سے ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔

"کیا سنا ہے تم نے۔" وہ نظریں چراتے ہوئے بولا۔

"وہی جو آپ نے باجی سے کہا۔" ولاور نے کوئی جواب نہیں دیا اور نظر کلائی پر پہنی گھڑی پر ڈالی۔

"میں اس وقت پہیلیاں بوجھنے کے موڈ میں نہیں مجھے کہیں ضروری جانا ہے۔"

"آپ ایسے نہیں جا سکتے ولاور بھائی۔" وہ اب کے اس کے بالکل سامنے آ کر کھڑی ہو گئی۔ ولاور نے ناگواری سے اسے دیکھا۔

"سنبل! اس بدتمیزی کا کیا مطلب ہے۔"

"اور اس بدتمیزی کے بارے میں آپ کیا کہیں گے جو آپ نے باجی کے ساتھ کی ہے۔ جو آپ نے ہم سب کے ساتھ کی ہے۔ اتنے سالوں کے رشتے کو آپ ایسے کیسے اچانک خود سے ختم کر سکتے ہیں۔ اگر کوئی مس انڈر اسٹینڈنگ ہوئی ہے تو اسے بیٹھ کر ہم حل کر لیتے ہیں لیکن کسی غلط فہمی کی وجہ سے رشتہ تو ختم نہیں کر سکتے۔ آپ کو پتا ہے نا باجی آپ کو کتنا چاہتی ہیں اور میں یہ بھی جانتی ہوں۔ آپ بھی باجی سے محبت کرتے ہیں۔ آپ تائی امی کے کہنے پر ایسا کر رہے ہیں نا۔"

اس کو جیسے یقین تھا ولاور ایسا کر ہی نہیں سکتا۔ "آپ مجھے بتائیں میں تایا ابو سے بات کرتی ہوں۔"

اب خاموش کھڑے ولاور نے جھنجھلا کر اسے دیکھا۔

"تم دونوں کیا میرے پیچھے پڑ گئی ہو، کوئی زبردستی ہے کیا۔"

"ولاور بھائی!" وہ اس کے ہتک بھرے انداز پر دنگ رہ گئی۔ کتنی دیر تو بولنے کے قابل ہی نہیں رہی۔ ولاور نے ایک نظر اس کی آنسوؤں سے بھری آنکھوں کو دیکھا اور ان سے نظریں چرا کر انس کو آواز دی۔

"انس پلیز اسے یہاں سے لے جاؤ۔"

"نہیں۔" وہ چیخی تھی۔ "میں ایسے نہیں جاؤں گی مجھے جواب چاہیے اس بدعہدی کا۔"

"آواز نیچے رکھ کر بات کرو لڑکی" اچانک پیچھے سے اسے تائی امی کی سخت اور اونچی آواز سنائی دی "کب سے کھڑی تمہاری بکواس سن رہی ہوں۔ تم ہوتی کون ہو ہم سے سوال جواب کرنے والی؟ اپنی عمر دیکھو اور اپنی حرکتیں دیکھو۔ ماں باپ کو ہوش نہیں اور یہ ننھی بی چلی ہیں دادی اماں بننے۔" سنبل نے رخ موڑ کر امینہ تائی کو دیکھا۔

"یہ سب آپ کروا رہی ہیں نا۔"

"ہاں، میں کروا رہی ہوں بولو کیا کر لو گی میرا؟" وہ درمیان کا فاصلہ سمیٹ کر بالکل اس کے سامنے جا کر تن کر کھڑی ہو گئیں۔

"تائی امی! باجی اور ولاور بھائی کی منگنی بچپن سے طے ہے سب جانتے ہیں۔ باجی نے تو کبھی تصور میں بھی ولاور بھائی کے علاوہ کسی کو نہیں سوچا۔ ان کے ساتھ یہ ظلم نہ کریں۔ وہ مر جائیں گی میں آپ کے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں تائی امی!" وہ ان کے سامنے ہاتھ جوڑ کر رو پڑی تھی۔ امینہ بیگم نے بے زاری سے اس کے بے مول ہوتے آنسوؤں کو دیکھا۔

"دیکھو لڑکی! یہ ٹسوے بہانے کی یہاں کوئی ضرورت نہیں ہم فیصلہ کرچکے ہیں اور اس میں دلاور کی بھی پوری مرضی شامل ہے۔ آخر کیوں نہ ہو نیہا بہت خوب صورت ہے امیر ہے اسے جہیز میں وہ ملنے والا ہے جس کا تمہاری بہن تصور بھی نہیں کرسکتی۔ جب مجھے میرے بیٹے کو اتنی نعمتیں مل رہی ہیں تو ہم کیوں کفران نعمت کریں۔"

سنبل کتنی دیر روتی نظروں سے اس مغرور عورت کا چہرہ دیکھتی رہی اور پھر اس نے جُڑے ہوئے ہاتھ کھول کر انہیں پہلوؤں میں گرالیا۔

"آپ کو اللہ سے ڈر نہیں لگتا تائی امی! جو اگر آپ کی کوئی بیٹی ہوتی اور اس کے ساتھ کوئی ایسا کرتا۔"

امینہ بیگم نے غضب ناک نظروں سے اسے دیکھا اور اگلے ہی پل ان کا ہاتھ گھوما اور اس کے گال پر نشان چھوڑ گیا۔

"امی!" انس نے ایک دم ان کو دونوں بازوؤں سے تھاما تھا۔

"چھوڑو مجھے انس! اس لڑکی کی جرات دیکھو مجھے دعا دے رہی ہے۔ کوئی زبردستی ہے۔ نہیں کرنا ہمیں رشتہ۔ اتنی ہی بھاری ہے تم لوگوں کو اپنی لڑکی تو بیاہ دو اسے کسی کے ساتھ۔ کوئی نہ کوئی مل ہی جائے گا۔"

"امی بس کریں خاموش ہو جائیں۔" انس نے انہیں چپ کرایا تھا۔

"تم جاؤ سنبل!" اس نے اب اسے مخاطب کیا تھا۔ اس نے چہرہ صاف کرکے دلاور پر ایک نفرت بھری نظر ڈالی اور باہر نکل گئی۔ انس نے ایک افسوس بھری نظر دلاور پر ڈالی جو نظریں چرا کر اپنے کمرے کی طرف مڑ گیا تھا۔

☼ ☼ ☼

کمرے میں بیٹھے افراد کو جیسے سکتہ ہو گیا تھا۔ صرف امینہ بیگم تھیں جن کے منہ سے آگ نکل رہی تھی۔

"قیامت کی نشانی ہے اتنی سی لڑکی اور اتنی بڑی زبان اللہ غارت کرے اسے۔ میرے سامنے کھڑے ہو کر مجھے کوسنے بددعائیں دے کر آئی ہے۔ نامراد کہیں کی۔ یہ تربیت کی ہے تم نے ارشد، شکیلہ! اپنی بیٹیوں کی۔ ایک کی جرات دیکھو، آفس پہنچ گئی پوچھ گچھ کرنے۔ حد ہے بے شرمی کی۔ کیا یہی ہوتے ہیں شریف لڑکیوں کے لچھن اور دوسری جسے دنیا میں آئے دن ہی کتنے ہوئے ہیں۔ مجھ سے آکر حساب مانگ رہی ہے۔ مجھے الزام دے رہی ہے۔ میں شادی نہیں ہونے دے رہی اور اگر ایسا ہے تو میں ماں ہوں۔ میرا پورا حق ہے اس پر۔ میں جہاں چاہوں اپنے بیٹے کی شادی کروں۔ میں پابند نہیں کسی کی۔"

کہنے کے بعد انہوں نے جیسے گہرے گہرے سانس لے کر خود کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی۔

"اور یہ لو اپنی بیٹی کے تحفے۔" انہوں نے پاس رکھا شاپر اٹھا کر شکیلہ کے قدموں میں پھینکا۔ ٹائی، پرفیوم کی آدھی بوتل، چند کارڈ نکل کر شکیلہ کے قدموں میں گرے۔ وہ یوں لگ رہا تھا محبت کی ناقدری پر ماتم کر رہے ہوں۔ شکیلہ نے نظریں اٹھا کر بھی انہیں نہیں دیکھا۔

"اگلے ہفتے میرے بیٹے کی شادی ہے اور میں نہیں چاہتی کہ تمہاری دونوں بیٹیاں میرے بیٹے کی خوشیوں کو نظر لگانے آئیں۔" کہہ کر وہ کھڑی ہو گئی تھیں۔

"اپنی بیٹیوں کو لگام دو ارشد! بلکہ میرا مشورہ ہے۔ کوئی مناسب سا رشتہ دیکھ کر ٹھکانے لگا دو دونوں کو، کیونکہ تمہارے چھوٹے سے گھر میں انجینئر، ڈاکٹر یا بینکر آنے سے رہا۔" وہ نخوت سے بولتے ہوئے مڑیں لیکن ان کی مسکراہٹ ایک سیکنڈ میں سکڑی تھی۔ دروازے کی بیچ و بیچ واجد صاحب اور انس کھڑے تھے۔ پتا نہیں وہ کب سے کھڑے تھے اور کتنا سن چکے تھے لیکن ان کی آنکھوں سے نکلتے شعلے ان کو ہولانے کے لیے کافی تھے۔ وہ گھبرائی ہوئی ان کے قریب سے نکل گئی تھیں۔ جبکہ واجد صاحب کتنی دیر دروازے کی دہلیز کو تھامے ضبط کی منزلوں سے گزرتے رہے۔ انہوں نے اندر بڑھتے ہوئے افسردہ نظر اپنے ساکت بیٹھے بھائی اور بھابھی پر ڈالی۔

"ارشد!" وہ ان کے پاس سر جھکا کر بیٹھ گئے۔ جیسے بات کرنے کے لیے مناسب الفاظ ڈھونڈ رہے ہوں۔ "میں تم سے بہت شرمندہ ہوں۔ میں تم لوگوں کا، شبنم کا گناہ گار ہوں۔ میں نے حتی الوسع کوشش کی کہ بات یہاں تک نہ آئے، پر میرے لاکھ منع کرنے پر بھی وہ عورت اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہیں آئی اور زیادہ افسوس مجھے اس بات کا ہے کہ دلاور بھی اس کے ساتھ ہے۔ دونوں کو رشتوں کا پاس ہی نہیں رہا۔ دولت کی پٹی بندھ گئی ہے ان کی آنکھوں پر، میں ہاتھ جوڑ کر تم لوگوں سے معافی مانگتا ہوں۔ تم لوگ بڑے ظرف والے ہو۔ تم ــــ مجھے معاف کردو۔"

انہوں نے کہنے کے ساتھ ہاتھ جوڑ دیے جبکہ ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے۔ انس نے ہونٹ کاٹتے ہوئے بڑی تکلیف سے اپنے باپ کے جڑے ہاتھ، آنکھ سے نکلتے آنسو دیکھے۔

"پلیز بھائی صاحب! مجھے شرمندہ نہ کریں۔ آپ بڑے ہیں میرے اور مجھے پتا ہے آپ کی کوئی غلطی نہیں۔ بس نصیبوں کی بات ہے۔" وہ ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے بولے۔

"سنبل!" اچانک خاموشی میں شکیلہ کی زوردار آواز سنائی دی۔ تینوں چونک کر شکیلہ کا چہرہ دیکھنے لگے۔ کسی نے بھی پہلے شکیلہ کی ایسی اونچی آواز نہیں سنی تھی۔ تب ہی سنبل کے ساتھ شبنم بھی بھاگتی ہوئی اندر داخل ہوئی۔ سنبل سب کو دیکھ کر شکیلہ کا منہ دیکھنے لگی۔ اسے دیکھ کر شکیلہ تیزی سے کھڑی ہوئیں اور اس کے قریب پہنچتے ہی ایک کے بعد دوسرا تھپڑ اس کے منہ پر جڑ دیا۔ یہ سب اتنا اچانک ہوا تھا کہ سنبل کے ساتھ باقی سب بھی حیران پریشان رہ گئے۔

"یہ تربیت کی تھی میں نے تمہاری، کیا سوچ کر تم دلاور سے جواب طلبی کرنے گئی تھیں؟ کس نے تمہیں یہ حق دیا تھا بولو۔" انہوں نے اس کے بازو کو زور کا جھٹکا دیا جبکہ ضبط کرنے کے چکر میں اس کا چہرہ بری طرح سرخ ہو رہا تھا۔

"کھا آئیں ناوہاں مار اور پڑ گئی ٹھنڈ ماں کی تربیت کو میڈل دلوا کر۔ اس دن کے لیے تم دونوں کے پیدا ہونے پر خوشیاں منائی تھیں۔ کبھی بیٹے کا شکوہ نہیں کیا۔ تم دونوں بھی پیدا ہوتے ہی مر جاتیں تو اچھا تھا۔ یہ دن نہ دیکھنا پڑتا۔" اب کہ وہ بے بسی کے احساس سے رو پڑیں۔

"امی!" سنبل بے چین ہو کر ان کی طرف بڑھی لیکن انہوں نے غصے سے اسے پیچھے دھکیل دیا۔ وہ جو اس حملہ کی توقع نہیں کر رہی تھی۔ لڑکھڑا کر دیوار سے لگی۔ ایک پل کے لیے اسے اپنا سر گھومتا محسوس ہوا۔

"پاگل تو نہیں ہو گئیں شکیلہ!" ارشد صاحب کے ساتھ واجد صاحب بے ساختہ آگے بڑھے۔ انہوں نے ایک دم آگے بڑھ کے سنبل کو اپنے ساتھ لگا لیا تھا اور سہارا ملتے ہی وہ جو ــــ ضبط کر کے کھڑی تھی۔ بلک بلک کر رونے لگی۔ شبنم نے دکھ سے اپنا سر جھکا لیا۔ اسے ان سب کے دکھ کی وجہ اپنا آپ لگ رہا تھا۔

"شکیلہ! ہمارا غصہ اس بچی پر کیوں نکال رہی ہو۔" واجد صاحب نے دکھ سے اپنی بھاوج کو دیکھا۔

"تمہیں کم از کم بھائی صاحب کا ہی لحاظ کرنا چاہیے تھا۔" ارشد صاحب کے کٹیلے انداز پر وہ شرم سار ہو کر واجد صاحب کو دیکھنے لگیں۔

"معاف کردیں بھائی صاحب! پر اس نے غلط کیا۔ اس کی نادانی کی وجہ سے بھابھی کیا کچھ نہیں سنا گئیں۔"

"اس میں سنبل کی کوئی غلطی نہیں۔ وہ بچی ہے۔ جذباتی ہے۔ بہن کی تکلیف برداشت نہیں ہوئی تو پوچھنے چلی آئی۔ کس مان سے آئی تھی۔ اب سامنے والوں نے اس کا مان نہیں رکھا تو وہ بے چاری کیا کرتی اور اگر سنبل نہ بھی جاتی تو بھی امینہ نے یہی کچھ کرنا تھا۔ چور کی داڑھی میں تنکا۔ آخر کسی طرح تو اس نے اپنی غلطی کو کور کرنا تھا۔"

"پر بھائی صاحب! میری بچی کا کیا قصور تھا۔ اس کو کس بات کی سزا ملی ہے۔" انہوں نے دکھ سے شبنم کا اترا ہوا چہرہ دیکھا۔

"شبنم کا کوئی قصور نہیں شکیلہ! دلاور اس قابل نہیں تھا کہ یہ ہیرا صفت لڑکی اس کی قسمت میں لکھی جاتی۔ اللہ' دیکھنا اس کے کتنے اچھے نصیب کرے گا۔" انہوں نے آگے بڑھ کر شبنم کے سر پر ہاتھ رکھا تو وہ روتے ہوئے ان کے ساتھ لگ گئی۔ اس کا سر تھپتھپاتے ہوئے وہ پھر آبدیدہ ہو گئے۔ انس نے بھی آگے بڑھ کر شبنم کے سر پر ہاتھ رکھا تھا' انس کو اپنی طرف بڑھتا دیکھ کر سنبل بڑے غیر محسوس انداز میں باپ سے الگ ہو کر اندر کی طرف بڑھ گئی۔ اس کو جاتے دیکھ کر انس گہرا سانس لے کر باپ کے پاس آکر بیٹھ گیا۔

☆ ☆ ☆

آہٹ پر اس نے مڑ کر دیکھا بنارسی ساڑھی کے ساتھ میچنگ نیکلس اور میک اپ سے سجے چہرے کے ساتھ امینہ دروازے کے درمیان کھڑی تھیں لیکن دور سے بھی وہ ان کے چہرے سے ان کے غصے کا اندازہ لگا سکتا تھا۔ وہ دوبارہ مڑ کر الماری سے اپنی مطلوبہ شے ڈھونڈنے لگا۔ اس کے یوں بے نیازی برتنے پر امینہ نے ناگواری سے اسے دیکھا۔

"تم ابھی تک تیار نہیں ہوئے۔"

"کیوں کہاں جانا ہے؟" وہ اپنی شرٹ نکال چکا تھا۔

"کیا تم واقعی اتنے انجان ہو کہ تمہیں پتا ہی نہیں آج تمہارے بھائی کی شادی ہے۔"

"میں آپ کو کل ہی بتا چکا ہوں کہ مجھے اس شادی میں شرکت نہیں کرنی۔"

"انس! تم پاگل تو نہیں ہو گئے۔ کیا تماشا بنا رکھا ہے تم باپ بیٹے نے۔ غیروں کے لیے اپنوں کا مذاق بنوانے پر تلے ہو۔ کل مہندی میں کس طرح نیہا کے ماں باپ کو مطمئن کیا۔ یہ میں ہی جانتی ہوں بجائے اس کے کہ تم اپنے باپ کو سمجھاؤ۔ تم خود ان کے ساتھ مل گئے ہو۔"

"جن کو آپ غیر کہہ رہی ہیں ان سے ہمارا خون کا رشتہ ہے۔ میں کیسے ابو کو سمجھا سکتا ہوں۔ وہ بڑے ہیں۔ سمجھ دار ہیں۔ بالکل ایسے ہی جیسے آپ کو نہیں سمجھا سکا۔"

"تمہاں سے مقابلہ کر رہے ہو۔"

"مقابلہ نہیں کر رہا۔ بتا رہا ہوں۔"

"میں یہاں تمہاری بکواس سننے نہیں آئی۔ تم سے کہنے آئی ہوں۔ تیار ہو جاؤ۔ آج تمہارے بھائی کا نکاح ہے۔ تم لوگوں کو ذرا خیال نہیں' وہاں جب وہ باپ اور بھائی کے ہوتے ہوئے بھی اکیلا ہو گا تو اس کے دل پر کیا گزرے گی۔"

انس استہزائیہ انداز میں مسکرایا۔

"یہ بات آپ نے اور دلاور نے کیوں نہیں سوچی کہ آپ لوگوں کی اس حرکت کی وجہ سے چاچو چچی اور شبنم کے دل پر کیا گزری ہو گی اور کل جو آپ بغیر کسی وجہ کے ان کے گھر اتنی باتیں سنا کر آئی ہیں۔ آپ کو بالکل اندازہ نہیں ہوا۔ ان کے دلوں پر کیا گزری ہو گی۔" اب کی بار اس کا لہجہ غصیلا تھا۔

"میری سمجھ میں نہیں آرہا انس! آخر تمہیں اس لڑکی کا اتنا درد کیوں اٹھ رہا ہے۔ کہیں اب اس شبنم نے دلاور سے ناامید ہو کر تم پر تو ڈورے ڈالنے شروع نہیں کر دیے۔"

"امی!" وہ بے ساختہ چیخا تھا "افسوس ہو رہا ہے مجھے آپ کی سوچ پر۔ وہ میری کزن ہے' بہن ہے' دوست ہے۔ اسے ہمیشہ میں نے اپنی بھابھی کے روپ میں دیکھا تھا۔ چاچو' چچی کے چہرے دیکھتا ہوں تو ڈر لگتا ہے امی کہ آپ نے کتنے لوگوں کا دل دکھایا ہے۔"

"ماں کو بد دعا دے رہا ہے۔" امینہ نے آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھا۔

"میں نے کیا کسی کو بد دعا دی ہے۔" وہ سر جھٹک کر افسردگی سے بولا "اب وقت گزر چکا ہے۔ آپ نے جو کرنا تھا۔ وہ آپ کر چکی ہیں۔ سو اب آپ مجھے اور ابو کو ہمارے حال پر چھوڑ دیں۔"

"تو تم نہیں آؤ گے؟" وہ ابرو اچکا کر اس پوچھنے لگیں۔ جواباً وہ خاموش رہا تھا۔

"اگر آج تم نہ آئے تو سمجھ لینا انس! آج سے

ماری کوئی ماں بھی نہیں۔" کہہ کر وہ رکی نہیں تھیں
ہ اس نے غصے سے ہاتھ میں پکڑی شرٹ کا گولا بنا کر
منے دیوار پر دے مارا۔

☆ ☆ ☆

انہوں نے حیرت سے سامنے کھڑے انس کو دیکھا
ہ انس نے ان کی روئی ہوئی آنکھیں دیکھ کر نظریں
الی تھیں۔
"چچی! کیا میں اندر آسکتا ہوں؟" اس کے پوچھنے پر
شرمندہ ہو کر پیچھے ہٹیں۔
"چاچو گھر میں ہیں؟" اس نے کمرے میں نظریں
ڑاتے ہوئے پوچھا "وہ بھائی صاحب کے ساتھ باہر
ئے ہیں۔"
اس نے گہرا سانس لیا۔ شبنم کہاں ہے؟
"اپنے کمرے میں۔"
"میں دیکھتا ہوں۔" وہ سر ہلاتا ہوا شبنم کے کمرے
ں طرف بڑھ گیا۔
دروازہ ہلکا سا تھپتھپا کر وہ اندر داخل ہوا تھا۔ شبنم نے
لدی سے آنکھیں صاف کر کے سامنے دیکھا تو حیرانی
سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔ "تم شادی پر نہیں گئے۔"
"نہیں۔"
"کیوں۔" وہ بے حد حیران تھی۔
"بس میری مرضی۔" کہہ کر اس نے سائیڈ ٹیبل پر
کھی کتاب اٹھالی۔ "تایا ابو بھی نہیں گئے اور تم بھی؟"
وہ ابھی تک بے یقین تھی۔
"تائی امی نے کچھ نہیں کہا؟"
"تم نے اچھا نہیں کیا انس! تمہیں جانا چاہیے
فا۔ تائی امی کو برا لگا ہوگا۔"
"تمہیں ابھی بھی ان کے برا لگنے کی پروا ہے؟" وہ
یرت کے بعد ناراضی سے بولا۔
"ہاں کیونکہ میں نہیں چاہتی کہ اب مزید کوئی مجھ پر
انگلی اٹھائے جو ہونا تھا وہ ہو چکا انس! اگر تم اور تایا ابا
یوں ری ایکٹ کرو گے تو کل کو میرے لیے اور پرابلمز
ہو سکتی ہیں۔ پہلے ہی میری وجہ سے میرے ماں باپ
بہت دکھی ہیں میں انہیں مزید دکھی نہیں کرنا چاہتی۔"
"تو کیا تم اسے معاف کر سکو گی؟"
"پتا نہیں۔ شاید کر دوں یا شاید نہیں۔ آنے والا
وقت اس کا فیصلہ کرے گا۔ فی الحال میں نے خود کو
سنبھال لیا ہے۔ انس خاموشی سے اس کا چہرہ دیکھتا رہا۔
"انس! میری ایک بات مانو گے؟"
"ہاں بولو۔" وہ اس کی طرف متوجہ ہوا۔
"تمہیں شادی پر جانا چاہیے۔"
انس نے حیران ہو کر اسے دیکھا "تم کس مٹی کی بنی
ہو شبنم" وہ افسوس سے بولا تو شبنم نے مسکرانے کی
کوشش کی تھی لیکن وہ ناکام رہی۔ اگلے ہی پل وہ
دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر رو پڑی۔ تھوڑی دیر پہلے
جو اس نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ خود کو سنبھال چکی ہے۔ ان
آنسوؤں میں بہہ گیا تھا۔ بہن کے رونے کی آواز سن کر
سنبل بھاگتی ہوئی اندر آئی تھی۔ اس نے ایک نظر
روتی ہوئی شبنم کو دیکھا اور دوسری قہر بھری نظر پریشان
کھڑے انس پر ڈالی۔
"آپ لوگ کیوں بار بار ہمارا تماشا بنانے آجاتے
ہیں۔ جو آپ لوگ کر چکے ہیں کیا کافی نہیں ہے؟" وہ
انس کے سامنے کھڑے ہو کر بڑی بدلحاظی سے بولی
تھی۔
"آپ دیکھ نہیں رہے۔ ان کی طبیعت کتنی خراب
ہے۔ پھر کیوں اپنی شکل دکھا دکھا کر انہیں مزید پریشان
کر رہے ہیں۔ اپنے گھر کا جشن چھوڑ کر یہاں کیا لینے
آئے ہیں؟"
"سنبل!" شبنم نے غصے سے اونچی آواز میں اس کا
نام لیا۔ "کیسے بات کر رہی ہو انس سے؟"
"تو کیسے کروں بات؟ باجی یہ اسی گھر کے فرد ہیں
جنہوں نے ہماری خوشیاں چھین لیں۔ ان کی والدہ
محترمہ تھیں جنہوں نے آپ کے لیے کیسے الفاظ
استعمال کیے تھے تو یہ کس منہ سے ہمارے گھر آئے
ہیں۔"
انس ماتھے پر بل ڈالے ہونٹ بھینچے اسے دیکھ رہا
تھا۔

"چپ ہو جاؤ سنبل! انس کا اس میں کیا قصور ہے؟"

"تو کیا ہمارا قصور ہے؟" وہ الٹا شبنم سے پوچھنے لگی۔

"کسی کا قصور نہیں، قسمت کی بات ہے۔"

"آپ دوسروں کی غلطی کو قسمت پر ڈال سکتی ہیں میں نہیں۔ آپ معاف کر سکتی ہیں میں نہیں۔ میں ان کی شکل دیکھتی ہوں تو۔" وہ جملہ ادھورا چھوڑ کر خاموش ہو گئی کیونکہ ضبط کے باوجود وہ آنسو روک نہیں پائی تھی۔

"آپ کی بہت مہربانی ہو گی اگر آئندہ آپ ہمارے گھر نہ آئیں۔" سنبل کا انداز بہت دو ٹوک تھا۔ انس نے بڑی سنجیدگی سے اسے دیکھا اور کچھ کہے بغیر باہر نکل گیا۔

☆ ☆ ☆

"آپ نے بلایا تھا ابو؟" انس نے دروازے سے جھانک کر اندر دیکھا۔ واجد صاحب نے کتاب سے نظر ہٹا کر دروازے کی طرف دیکھا۔

"ہاں آؤ بیٹا! کچھ مشورہ کرنا تھا۔"

"جی!" وہ پوری طرح ان کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"تمہاری ماں اور بھائی نے جو کیا ہے وہ سب تمہارے سامنے ہے۔ جب میں ارشد اور شکیلہ کی شکلیں دیکھتا ہوں تو ایک احساس ندامت گھیرنے لگتا ہے مجھے میں نے شبنم کے لیے کچھ سوچا ہے۔ سوچا تم سے پوچھ لوں؟" وہ مسلسل سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھ رہا تھا اور ان کا چہرہ دیکھتے دیکھتے جیسے وہ چونکا تھا۔

"ایک منٹ ابو! اس سے پہلے آپ کچھ کہیں، میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ امی اور دلاور نے جو بھی شبنم کے ساتھ کیا۔ مجھے اس کا بہت دکھ ہے اور آپ جانتے ہیں۔ میں شادی میں بھی نہیں گیا۔ شبنم کو ہمیشہ میں نے اپنی بہن مانا ہے۔"

ایک پل کے لیے واجد صاحب خاموش رہ گئے۔

"تم سمجھ گئے تھے میں کیا کہنے والا ہوں۔" وہ جیسے مسکرا کر بولے تو وہ سر کھجا کر رہ گیا۔

"ہاں، میں نے ایسا سوچا تھا لیکن مجھے پتا ہے شبنم بھی نہیں مانے گی۔ اسی لیے پہلے تم سے رائے لے لی بہرحال ایک رشتہ ہے میری نظر میں۔ اظفر میرا دوست ہے نا۔ اس کا بیٹا انجینئر ہے۔ اس نے خود بات کی تھی۔ کوئی اچھی سی لڑکی نظر میں ہو تو بتانا۔ یہ اس کا کارڈ ہے۔" انہوں نے جیب سے کارڈ نکال کر انس کی طرف بڑھایا "پہلے اس کے بارے میں پتا کروا لو۔ تسلی ہونے پر انہیں لڑکی دکھا دیں گے۔ پھر جو اللہ کو منظور"

"جی ابو!" وہ کارڈ پر نظریں دوڑاتے ہوئے بولا، تب ہی دروازہ کھلنے پر دونوں نے مڑ کر دیکھا جہاں سے امینہ اندر آ رہی تھیں۔

"مجھے دیکھ کر آپ دونوں کو چپ کیوں لگ گئی؟" انہوں نے بیٹھ کر دونوں کو باری باری دیکھا۔ ان دونوں کو خاموش دیکھ کر انہیں غصہ ہی آ گیا تھا۔

"یہ آپ باپ بیٹے نے خود ساختہ چپ کا روزہ توڑنا ہے یا نہیں۔ یعنی کہ حد ہو گی ایک مہینہ ہو گیا دلاور کی شادی کو، لیکن مجال ہے آپ دونوں نے ٹھیک سے منہ بھر سے بات کی ہو۔ کیا سوچتی ہو گی وہ اور دلاور ہنی مون پر جانے سے پہلے آپ سے پوچھنے آیا تھا تو آپ نے اس سے بات بھی نہیں کی۔"

"پوچھنے آیا تھا یا بتانے آیا تھا۔" اب کہ واجد صاحب چپ نہیں رہ سکے۔

"تو اور کیا کرتا۔ اس کے سالے نے اسے سنگاپور کی ٹکٹیں گفٹ کی تھیں تو کیا وہ منع کر دیتا۔ اتنے دل والے ہیں میرے دلاور کے سسرال والے۔ اتنے موٹے کڑے، اتنا بڑا سیٹ دیا مجھے انہوں نے۔ رشتے داروں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ یہی جو میں آپ کے بھتیجے بھائی کے گھر اپنا لڑکا بیاہ دیتی تو ملتا کیا تھا سوائے باتوں کے۔" وہ نخوت بھرے انداز میں بولیں۔

"مجھے پتا ہے آپ یہ سب اپنی بھتیجی کے کہنے پر کر رہے ہیں۔ وہی آپ کے کان بھرتی ہے۔"

"امینہ بیگم! بند کرو اپنی بکواس اور خبردار آئندہ

نم کا نام لیا تو۔ تم اس لڑکی کی گریٹنس کا اندازہ بھی میں کر سکتیں۔ وہ بھی جس نے مجھے شادی میں شرکت کرنے پر مجبور کیا تھا ورنہ تمہارا بیٹا باپ کے ہوتے ہوئے بھی یتیموں کی طرح بیٹھا ہوتا۔" انہوں نے پھینکنے کے انداز میں کتاب میز پر رکھی اور غصے میں باہر نکل گئے۔ امینہ نے اب انس کی طرف دیکھا۔

"تم بھی کچھ کہہ لو اب جا کہاں رہے ہو۔" اسے الجھتا دیکھ کر وہ ناراضی سے بولیں۔

"کمرے میں جا رہا ہوں سونے۔"

"ماں کے پاس بیٹھتے تمہیں تکلیف ہوتی ہے۔"

"امی! صبح مجھے جلدی اٹھنا ہے انٹرویو ہے میرا ایمبیسی میں۔"

"ایمبیسی میں؟" وہ چونک کر بولیں۔

"کیوں؟"

"میں نے آسٹریلیا کے ویزے کے لیے اپلائی کیا ہے۔"

"تم آسٹریلیا جا رہے ہو اور مجھے بتایا بھی نہیں۔ یقیناً" تمہارے باپ نے تمہیں یہ مشورہ دیا ہو گا۔ وہ چاہتے ہیں۔ میرے بیٹے مجھ سے دور ہو جائیں۔" وہ ایک پل میں جذباتی ہو گئی تھیں۔

انس نے افسوس سے سر ہلایا۔ "امی! پتا نہیں آپ خود سے اندازے کیسے لگا لیتی ہیں۔ ابو تو جانتے بھی نہیں کہ میں آسٹریلیا جا رہا ہوں۔" اس کے کہنے پر امینہ نظریں چرا کر رہ گئیں۔

"کتنے عرصہ کے لیے جا رہے ہو۔"

"پتا نہیں ابھی مجھے کچھ اندازہ نہیں۔" کہہ کر وہ دروازے کی طرف بڑھا۔

"انس رکو، مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے۔"

"جی!" وہ پلٹ کر انہیں دیکھنے لگا۔

"تم نے نیہا کی بہن دیکھی ہے؟"

"کون سی بہن؟ اس کی تو کئی بہنیں ہیں۔" وہ کوفت بھرے انداز میں بولا۔

"ارے وہی شائلہ، نیہا سے چھوٹی ہے۔ ڈاکٹر بن رہی ہے۔ وہ جو ولیمہ والے دن گلابی لباس میں تھی۔ وہ جس کے بال سنہری رنگ کے تھے۔" وہ اسے بڑی تفصیل سے بتا رہی تھیں۔

"امی! وہاں اتنی لڑکیاں تھیں۔ اب مجھے کیا پتا، گلابی لباس میں کون تھی اور آپ کیوں اس کے بارے میں پوچھ رہی ہیں؟"

"کیونکہ نیہا بتا رہی تھی اس کی بہن اور اس کے پیرنٹس کو تم بہت اچھے لگے ہو۔ وہ اپنی بہن کا رشتہ تم سے کروانا چاہتی ہے۔"

وہ بڑے جوش سے بتا کر اس کا چہرہ دیکھنے لگیں۔ انہیں لگا وہ بھی ان کے جتنا خوش ہو گا لیکن اس کے تاثرات ان کے برعکس تھے۔ سخت اور پتھریلے۔

"آپ نے کیا مجھے دلاور سمجھ رکھا ہے؟"

"مطلب کیا ہے تمہارا؟" انہوں نے ناراضی سے انس کو دیکھا۔

"لوگ تو ایسے رشتے کے لیے جوتیاں گھسا دیتے ہیں اور یہاں بن مانگے اللہ اپنا کرم کر رہا ہے اور تم کفرانِ نعمت کر رہے ہو۔"

"امی! میں بکاؤ نہیں کہ کوئی میری قیمت لگائے اور حاصل کر لے۔ میں شادی اپنی مرضی سے کروں گا۔ ایسی لڑکی سے جو مجھے سمجھ سکے۔ مجھے محبت عزت اور سکون دے سکے اور میں جب بھی شادی کروں گا۔ جہیز بالکل نہیں لوں گا۔" اس نے جیسے انہیں جتایا تھا۔

"ہاں تو نہ لو، پر مل تو لو لڑکی بہت اچھی ہے۔"

"امی!" اب کے وہ جھنجلا کر بولا۔ "جب مجھے اس سے شادی کرنی نہیں تو ملوں کیوں؟"

"کہیں تمہارے انکار کی وجہ شبنم تو نہیں؟" وہ شکی انداز میں اس کا چہرہ دیکھنے لگیں۔

"خدا کے لیے امی! بس کر دیں۔" اس نے باقاعدہ ان کے آگے ہاتھ جوڑ دیے۔ "آپ کو یہی پریشانی ہے نا کہ میں شبنم سے شادی نہ کر لوں تو تسلی رکھیں۔ میں ایسا کچھ نہیں کرنے والا لیکن ساتھ آپ یہ بھی جان لیں۔ مجھے نیہا کی بہن میں بھی کوئی انٹرسٹ نہیں۔" کہہ کر وہ رکا نہیں تھا۔

☆ ☆ ☆

"باجی میں آپ کو بتا نہیں سکتی میں کتنی خوش ہوں۔" شبنم نے غور سے سنبل کا دمکتا چہرہ دیکھا۔ وہ نہ بھی کہتی تو اس کا چہرہ — بتا رہا تھا۔

"زبیر بھائی اتنے گڈ لکنگ ہیں اور اخلاق اتنا اچھا ایک دفعہ بھی نہیں لگا۔ ہم پہلی بار مل رہے ہیں اور ان کے گھر والے وہ بھی بہت اچھے ہیں خاص طور پر زبیر بھائی کی مما آپ کا اتنا پوچھ رہی تھیں۔ سچ باجی آپ بہت لکی ہیں۔" سنبل کے پُرجوش انداز کے جواب میں شبنم کی مسکراہٹ اتنی ہی پھیکی تھی۔ سنبل کی مسکراہٹ سکڑ گئی تھی۔

"آپ خوش نہیں باجی؟" سنبل نے اس کے قریب بیٹھتے ہوئے اس کا ہاتھ تھام کر پوچھا۔ وہ سر جھکا گئی لیکن سنبل نے آزردگی سے اس کی آنکھوں سے نکلتے آنسو دیکھے۔

"مجھے نہیں لگتا سنبل! کہ میں کبھی کسی پر یقین کر سکوں گی۔ دلاور میرا اپنا کزن تھا اور اس کی آنکھوں میں ہمیشہ میں نے اپنے لیے پسندیدگی ہی دیکھی تھی۔ اس نے صرف پیسوں کے لیے کیا کر دیا تو یہ تو پھر غیر ہیں۔ یہ پتا نہیں کیا کریں گے۔"

"باجی! ہر شخص ایک جیسا نہیں ہوتا اور ضروری نہیں جس طرح کی گھٹیا حرکت دلاور بھائی نے کی۔ زبیر بھائی ویسے ہوں۔ مجھے امید نہیں یقین ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے اچھا ہی کیا ہے جو دلاور بھائی کی جگہ زبیر بھائی کو بھیج دیا۔"

"کب سے آوازیں دے رہی ہوں سنبل!" ناراضی سے بولتی ہوئی شکیلہ اندر داخل ہوئی تھیں "کیا ہوا ہے؟" وہ شبنم کی شکل دیکھ کر رک گئی تھیں۔

"کچھ نہیں امی! میں باجی کو زبیر بھائی کے بارے میں بتا رہی تھی تو وہ ان کی باتیں سن کر خوشی کے مارے رونے لگیں۔"

"بدتمیز۔" شکیلہ نے ہنس کر اسے چپت لگائی اور شبنم کے سامنے بیٹھ گئیں۔

"مجھے پتا ہے شبنم! تم میری بہت اچھی فرماں بردار بچی ہو، مجھے آج تک تم نے کبھی شکایت کا موقع نہیں دیا اور میں آگے بھی یہی امید کرتی ہوں۔ ماضی میں [illegible] ہوا۔ اسے قصہ پارینہ سمجھ کر بھول جاؤ کیونکہ تمہا[را] مستقبل بہت تابناک ہے۔ میں دیکھ سکتی ہوں۔ [زبیر] واقعی اچھا لڑکا ہے۔ بہت ٹھیک ٹھاک لوگ ہیں لیکن خوفِ خدا والے۔ لالچی بالکل نہیں، لیکن تالی ہمیشہ دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے۔ کبھی یک طرفہ رشتے کامیاب نہیں ہوتے۔ اگر وہ تمہارے ساتھ اچھے ہیں تو ضروری ہے۔ تم بھی ان کے ساتھ اچھی طرح پیش آؤ، شروع میں ہو سکتا ہے تمہیں ایڈجسٹ کرنے میں پرابلم ہو۔ کیونکہ ہر گھر کا رہن سہن، طریقہ مختلف ہوتا ہے لیکن تمہیں ان کے طور طریقوں کو اپنانا ہوگا۔ ان کے رنگ میں رنگنا ہوگا، تب ہی کامیابی ملے گی۔ زبیر سے شادی کے بعد تمہارا سب کچھ وہی ہے۔ کبھی پیچھے مڑ کے دیکھنے کی ضرورت نہیں اور نہ کبھی میں تمہاری آنکھوں میں کسی اور کی یاد کے آنسو دیکھوں۔"

شبنم نے نظریں اٹھا کر ماں کا چہرہ دیکھا۔

"میں بالکل نہیں چاہتی کوئی میرے سامنے کھڑے ہو کر میری بیٹی کے کردار پر الزام لگائے یا میری تربیت پر انگلی اٹھائے۔" ان کا اشارہ کس طرف تھا۔ شبنم اور سنبل دونوں سمجھ گئی تھیں۔

"یہ رشتہ تمہارے تایا ابو نے کروایا ہے۔ ان کی عزت کا بھی سوال ہے۔ دوسرا مجھے تسلی اس لیے بھی ہے کہ انس نے ساری معلومات کر لی ہیں۔ اسے تسلی ہے تو تمہارے ابو اور مجھے بھی تسلی ہے۔"

"انس آیا نہیں؟" شبنم نے اچانک پوچھا۔

"پتا نہیں ایک ماہ سے زیادہ ہی ہو گیا ہے آیا ہی نہیں۔ باہر ہی تمہارے ابو سے مل کر چلا جاتا ہے۔" شبنم نے بے ساختہ سنبل کی طرف دیکھا جس نے برا سا منہ بنایا تھا۔

"اگلے ہفتے وہ لوگ ڈیٹ فکس کرنے آ رہے ہیں۔ تم اپنا حلیہ ٹھیک کرو۔ رنگ دیکھو، کتنا خراب ہو گیا ہے۔" انہوں نے ناراضی سے شبنم کا چہرہ دیکھا۔

"میں ذرا بازار جا رہی ہوں تم ہنڈیا دیکھ لینا سنبل! میرے

لے تک ہنڈیا تیار ہو۔"
"کیا مصیبت ہے۔" سنبل کے روہانسے انداز پر
بے ساختہ مسکرائی تھی۔
"مجھے لگتا ہے انس ناراض ہے۔" کچھ دیر بعد اس
شبنم کی خود کلامی سنی تو تنک کر بولی "تو کیا فرق پڑتا
ناراض ہیں تو ناراض رہیں۔" شبنم نے افسوس
سنبل کو دیکھا۔
"تمہیں انس سے پرابلم کیا ہے جو کچھ ہوا اس میں
کا تو کوئی قصور نہیں۔ اس نے تو آخر تک کوشش
اور اب تک وہ اپنی ماں اور بھائی کے خلاف جا کر
کی طرف آتا ہے اور تم نے چھوٹی ہو کر اتنی بدتمیزی
۔ یہ اس کی بڑائی ہے کہ اس نے تمہیں جواب تک
دیا اگر چاہتا تو تمہیں تھپڑ بھی لگا سکتا تھا اور کوئی
کچھ کہتا بھی نہ کیونکہ غلطی تمہاری تھی۔"
"باجی! تایا ابو کو چھوڑ کر مجھے اس گھر کے ہر فرد سے
ت ہے۔ آپ کو اگر لگتا ہے وہ غلط نہیں تو یہ آپ کی
ج ہے' جبکہ مجھے وہ بھی مجرم لگتے ہیں میری اس سوچ
ب زبردستی نہیں بدل سکتیں۔"
"لیکن تم اسے اس گھر میں آنے سے بھی نہیں
سکتیں۔ یہ اس کے چچا کا گھر ہے اور ابو امی کو اس
بہت پیار ہے اور میں نہیں چاہتی کہ تمہاری وجہ
وہ اپنے بیٹے سے محروم ہو جائیں۔" سنبل اب کی
ماموش رہی تھی۔
"ہیلو" کی آواز پر اس نے چونک کر شبنم کی طرف
جو فون پر بات کر رہی تھی "مجھے نہیں پتا تمہاری
مصروفیات ہیں۔ تم بس آج آ رہے ہو' مجھے تم سے
کرنی ہے۔" سنبل سمجھ گئی تھی وہ کس سے بات
رہی ہے۔ وہ سر جھٹک کر باہر نکل گئی۔

☆ ☆ ☆

"کیا تم بتانا پسند کرو گے کہ تم اتنے دنوں سے آئے
نہیں۔" شبنم نے ناراضی سے سامنے بیٹھے
کو دیکھا تو وہ مسکرا دیا۔
"بتایا تو تھا مصروف ہوں۔"
"مجھے پتا ہے تم کتنے مصروف ہو' سیدھی طرح کہو
ناراض تھے۔"
انس نے کوئی جواب نہیں دیا۔
"وہ بے قوف ہے انس! تم جانتے ہو کتنی جذباتی
ہے۔ وہ سب بھی اس نے جذبات میں کہا۔"
"جانتا ہوں۔"
"تو پھر اس ناراضی کی وجہ؟"
"ناراض نہیں ہوں۔" اس نے انگلیوں سے
پیشانی کو مسلا۔ "میں جانتا ہوں غلطی میرے گھر والوں
کی ہے اور اس بات پر میں خود شرمندہ ہوں لیکن ان کی
غلطی کا قصوروار مجھے ٹھہرایا جائے یہ تو غلط ہے نا۔ میں
دو دن تک سو نہیں سکا۔"
شبنم نے شرمندگی سے انس کا چہرہ دیکھا۔ اسے
سنبل پر بے حد غصہ آیا تھا۔
"انس! اس کی طرف سے میں تم سے معافی مانگتی
ہوں۔"
"پاگل ہو گئی ہو کیا۔ اس میں تمہارا کیا قصور ہے۔
خیر چھوڑو یہ بات تم بتاؤ تم خوش ہو نا؟"
شبنم نے گہرا سانس لیا۔ "پتا نہیں لیکن مطمئن
ہوں تم لوگوں نے میرے لیے اچھا ہی سوچا ہو گا۔"
"ہوں!" انس نے سر ہلایا "جہاں تک میں نے پتا
کیا ہے اور زبیر سے ملا ہوں۔ وہ اچھا ہی لگا ہے مجھے۔
باقی میں دل سے تمہارے لیے دعا گو ہوں۔ اللہ تعالیٰ
تمہیں خوش اور آباد رکھے۔"
"تھینک یو انس! تم واقعی میرے لیے بہترین بھائی
اور دوست ہو۔"
"تھینک یو میڈم!" وہ مسکراتا ہوا کھڑا ہو گیا۔
"کہاں جا رہے ہو۔ بیٹھو' کھانا بنا ہوا ہے۔"
"نہیں یار! جلدی میں ہوں۔ پرسوں میری فلائٹ
ہے۔"
"کیا؟" وہ چیخی "کہاں جا رہے ہو۔" اس کی حیرت
پر وہ مسکرایا تھا۔
"آسٹریلیا۔ جاب کے لیے اپلائی کیا تھا۔ پازیٹو
رسپانس ملا تو سوچا کوچ کر جائیں۔"

"کتنے افسوس کی بات ہے انس! تم پرسوں جا رہے ہو اور مجھے اب پتا چل رہا ہے اور جو دو ہفتوں بعد میری شادی ہے وہ۔" اب کے اس کا لہجہ بھر آگیا۔

"اس بات کا مجھے بھی افسوس ہے شبنم! لیکن مجبوری ہے۔ مجھے اسی ویک جوائن کرنا ہے لیکن تم فکر نہیں کرو میں رابطے میں رہوں گا۔"

شبنم نے افسوس سے سر ہلایا "تم تھے تو امی ابو اور سنبل کی تسلی تھی۔ اب کون خیال رکھے گا۔"

"پاگلوں جیسی باتیں مت کرو۔ اور نہ فضول وہم پالو۔ ابو یہیں ہیں وہ روزانہ چکر لگائیں گے۔"

"تمہیں اجازت کیسے مل گئی؟" شبنم کا اشارہ امینہ بیگم کی طرف تھا۔

"میں نے سب کر کے اطلاع دی تھی۔"

"شرم کرو۔" اسے ہنستے دیکھ کر شبنم نے اسے گھورا تھا۔

"اچھا اب برے برے منہ بنانا بند کرو۔ اوکے اللہ حافظ" وہ اس کا سر تھپتھپا کر بولا۔

"جانے سے پہلے ملنے آؤ گے؟" وہ اسے چھوڑنے باہر نکل آئی تھی۔

"دیکھو کوشش کروں گا۔"

"امی! سنا آپ نے، یہ آسٹریلیا جا رہا ہے۔" اس نے شکیلہ کو دیکھ کر کہا۔

"ہاں جانتی ہوں بڑا جلد باز لڑکا ہے۔" انہیں بھی اس کے جانے کا افسوس تھا۔ اس اطلاع پر سنبل کے کان تو کھڑے ہوئے لیکن وہ ٹی وی کی طرف دیکھتی رہی۔ انس نے بھی اس سے بات نہیں کی تھی۔ وہ شکیلہ اور شبنم سے مل کر باہر نکل گیا اور اس کے باہر نکلتے ہی سنبل نے گہرا سانس لے کر چینل بدل دیا۔

☆ ☆ ☆

وہ سو کر اٹھی تو شام ہو رہی تھی وہ بڑے ڈھیلے ڈھالے انداز میں اٹھی تھی۔ نیچے سے آتی آواز پر وہ حیران ہوتی ہوئی کمرے سے باہر نکلی ـــــ شبنم کو شکیلہ کے پاس بیٹھا دیکھ کر وہ بے تحاشا خوش ہوئی تھی۔

"السلام علیکم باجی! آپ کب آئیں؟" وہ اس سے گلے ملتے ہوئے بولی۔

"کافی دیر ہو گئی ـــــ تم سوئی ہوئی تھیں اٹھایا نہیں۔" شبنم نے مسکرا کر کہا۔

"میں نے کہا بھی تھا۔ تمہیں اٹھا دے۔ کھانا کام بنائے گا؟" شکیلہ کے کہنے پر سنبل نے برا سا منہ بنا شبنم کو دیکھا جو اس کی شکل دیکھ کر مسکرا دی تھی۔

"منہ دیکھو اس کا کام کرنے کے نام سے جان جا ہے۔" شکیلہ نے ہمیشہ کی طرح اسے گھرکا۔

"سفیان کدھر ہے باجی؟" اس نے اپنے بھا پوچھا۔

"امی کے کمرے میں سو رہا ہے۔"

"میں اسے دیکھ کر آتی ہوں۔" وہ تیزی سے اٹھ شکیلہ نے افسوس سے سر جھٹکا۔

"تم آئی ہو تو اسے سمجھا کر جاؤ۔"

شبنم نے حیرت سے اپنی ماں کو دیکھا۔

"امی! اس میں سمجھانے والی کیا بات ہے۔ سنبل ماشاء اللہ سمجھ دار ہے۔"

"کیا سمجھ دار ہے شبنم! ہر کام کہہ کر کروانا پڑتا اور جب بھی بات کرے گی سوچے سمجھے بغیر۔"

"امی! بے فکری بہت بڑی نعمت ہوتی ہے۔ میں شکر ادا کرتی ہوں۔ ایک تو وہ فطرتاً لاپروا ہے دوسرا میری طرح اسے بچپن سے کسی کے نام سے باندھ کر مجبور نہیں کیا گیا۔ اس کی سوچیں آزاد ہیں۔ ذہن کی سلیٹ صاف ہے، آئندہ زندگی میں حالات جو بھی ہوں کم از کم اسے ایڈجسٹ ہونے میں پرابلم تو نہیں ہوگی۔"

آج کتنے عرصے بعد شبنم کے لہجے میں پھر بیتے ماضی کا کرب بولنے لگا تھا، شکیلہ نے کچھ پریشانی سے بیٹی کا چہرہ دیکھا۔

"کوئی بات ہوئی ہے شبنم! زبیر ٹھیک تو ہے تمہارے ساتھ۔" شبنم نے ایک نظر ماں کا چہرہ دیکھا یک دم پریشان نظر آنے لگی تھیں تو وہ سر جھٹک کر

"ایسے ہی ایک بات کی ہے امی! ہر وقت سنبل کو
لوکا کریں۔" کہہ کر وہ اٹھ گئی تھی جبکہ شکیلہ کتنی
ایں دیکھتی رہیں جہاں سے شبنم گئی تھی۔ اندر
ل ہوتے ہی اس کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔
ل سفیان کو گھٹنوں پر بٹھا کر جھولا دے رہی تھی
ں پتا نہیں کونسی زبان میں بات کر رہے تھے۔
م ہو گئیں خالہ بھانجے کی باتیں" وہ کہتے ہوئے
ل کے قریب لیٹ گئی۔

"ماما خالہ!" سفیان نے ہاتھ میں پکڑا چاکلیٹ اٹھا
ں کو بتایا۔ "یہ خالہ نے دیا ہے۔"

بنم نے مسکرا کر آنکھیں بند کرلیں "باجی! اتنے
بعد کیوں آئی ہیں۔ پتا ہے میں سفیان کے بغیر
ی اداس ہو گئی تھی۔" سنبل نے کہتے ہوئے زور
، سفیان کا گال چوما۔ جواباً اس نے جھنجھلا کر
لیٹ والا ہاتھ خالہ کی ناک پر مارا۔

"توبہ ہے باجی! کتنا ظالم ہے آپ کا بیٹا۔" سنبل
ہ ناک دباتے ہوئے سفیان کو ناراضی سے بیڈ پر بٹھا
۔

"تم نے ہی بگاڑا ہے۔ یہ مکے مارنا تم نے ہی اسے
ھایا تھا نا۔"

"ہاں سکھایا تھا پر دوسروں کے لیے' یہ نہیں کہا تھا
ی خالہ کو مارنے لگ جائے۔" اس نے برا سا منہ بنا کر
پنے بھانجے کو دیکھا۔

"اسی لیے کہتے ہیں دوسروں کے لیے کنواں کھودو
ے تو خود گرو گے۔" شبنم کے مزے سے کہنے پر وہ اٹھ
ر بیٹھ گئی۔

"اچھا یہ بتائیں۔ اب رہیں گی نا مجھے بہت کام
ہیں۔ امی تو کہیں آتی جاتی نہیں اور نہ مجھے لے کر جاتی
ہیں۔ اب آپ آئی ہیں تو میرے ساتھ بازار چلیں۔
گرمیوں کے لیے کپڑے لینے ہیں۔"

"ٹھیک ہے چلیں گے۔ زبیر بھی کام کے سلسلے میں
ھر سے باہر گئے ہیں سو دو تین دن رک سکتی ہوں۔"

"بہت مزہ آئے گا اور اس خوشی میں میں امی کو بھی
خوش کر سکتی ہوں کھانا بنا کر۔" وہ کہہ کر کھڑی ہو گئی۔

"ویسے زبیر بھائی آپ کو لینے آئیں گے؟" سنبل
کے پوچھنے پر شبنم نے کندھے اچکا کر لاعلمی کا اظہار
کیا۔

"کتنا عرصہ گزر گیا باجی! انہوں نے چکر ہی نہیں
لگایا۔ میں خود ان کو فون کر کے آنے کا کہتی ہوں۔"

"رکو سنبل!" شبنم اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔

"فون کرنے کی ضرورت نہیں۔ وہ بزی ہوں گے۔
نیکسٹ ٹائم آؤ گی تو انہیں لے کر آؤں گی۔"

"ٹھیک ہے تو پھر میں آپ کے لیے اچھی سی بریانی
تیار کرتی ہوں۔" سنبل کے نکلتے ہی شبنم کے چہرے
کی مسکراہٹ سکڑ گئی تھی اور سینے میں اٹکا سانس
بحال ہوا تھا۔

بریانی کو دم دے کر اس نے سجاوٹ کے لیے رکھا
دھنیا اور ہری مرچیں کڑاہی گوشت پر چھڑک کر
ڈھکن بند کر دیا۔ کھیرا کاٹتے ہوئے اس نے پیچھے مڑ کر
دیکھا جہاں شبنم اندر داخل ہو رہی تھی۔

"کھانا لگاؤں باجی؟"

"نہیں وہ کامران کا فون آیا ہے۔ وہ مجھے لینے آرہا
ہے۔" شبنم نے اپنے دیور کا نام لیا تو کھیرا کاٹتی سنبل
نے غصے سے چھری پلیٹ پر پٹخ دی۔

"کیوں اس کو کیا تکلیف ہوتی ہے۔ اتنے عرصے
بعد آپ رہنے آئی ہیں پھر بھی برداشت نہیں ہوا۔"

"کامران کے دوست گھر آرہے ہیں اور آنٹی اتنا کام
نہیں کر سکتیں۔" شبنم کے کہنے پر وہ "ہنہ" کہہ کر تیز تیز
کھیرا کاٹنے لگی۔

"اچھا اب غصہ نہ کرو۔ میں کچھ دنوں میں دوبارہ
چکر لگاؤں گی پھر بازار چلیں گے۔"

"کوئی ضرورت نہیں۔ جائیں آپ دوسروں کی فکر
کریں۔ میری کیا ضرورت ہے۔"

"اچھا چلو غصہ چھوڑو کھانا لگا دو۔ ابو کے ساتھ تایا
جی بھی آئے ہیں۔" وہ جگ میں پانی ڈالتے ہوئے بولی۔

"باجی! تایا جی کو جانے مت دینا۔ میں کھانا لگا رہی
ہوں۔" شبنم کو باہر نکلتے دیکھ کر اس نے ہانک لگائی اور

تیز تیز ہاتھ چلانے لگی۔

شبنم کھانا کھاتے ہوئے بار بار سامنے دیکھ رہی تھی جہاں تایا جی سفیان کو گود میں لیے خود کم اور اسے زیادہ کھلا رہے تھے۔ وہ جب بھی آتی تھی تایا جی تب ہی پہنچ جاتے تھے، سفیان کے لیے۔ وہ سفیان سے بہت پیار کرتے تھے اور بچے بھی محبت کی زبان سمجھتے ہیں۔ وہ بھی ان کا دیوانہ تھا یا پھر اپنی خالہ کا جو اس کے ساتھ مل کر بچوں کو بھی پیچھے چھوڑ دیتی تھی۔

"کیا ہوا؟ تم کھانا نہیں کھا رہیں؟" اسے یوں ہاتھ روکتے دیکھ کر شکیلہ کو ٹوکنا پڑا۔

"میں کھا رہی ہوں۔" سب کو دیکھتا پا کر وہ مسکرا کر بولی۔

"تایا جی! آپ کی اور سفیان کی بڑی دوستی ہو گئی ہے۔" اس کی بات پر واجد صاحب نے جھک کر سفیان کا منہ چوما۔

"یہ آتا ہے تو رونق ہو جاتی ہے۔ اس سے باتیں کرتا ہوں تو کچھ دیر کے لیے ہی سہی ایسا لگتا ہے کوئی پریشانی ہے ہی نہیں۔"

شبنم نے غور سے ان کا چہرہ دیکھا وہ اسے پہلے کی نسبت کافی کمزور لگے تھے۔ "تایا جی! آپ کافی کمزور لگ رہے ہیں۔" واجد صاحب نے چونک کر اسے دیکھا اور پھر سر جھٹکا۔

"عمر کا تقاضا ہے بیٹا! کچھ شوگر کا بھی پرابلم ہے شاید اس لیے۔"

"شوگر تو آپ کو پہلے بھی تھی۔" وہ باقاعدہ جرح کرتے ہوئے بولی۔

"آپ اپنا خیال کیوں نہیں رکھتے۔"

"کوشش کرتا ہوں۔" اب کے وہ سنجیدگی سے بولے "لیکن ممکن ہو ہی نہیں پاتا۔ ڈاکٹر نے بازاری کھانا کھانے سے منع کیا ہے جبکہ گھر میں بازار کا ہی کھانا آتا ہے۔ سارا دن یا ٹی وی دیکھتا ہوں یا پھر دیواریں، جتنی دیر ادھر گزارتا ہوں اتنی دیر محسوس کرتا ہوں زندہ ہوں۔"

اب کی بار وہ لہجے کی افسردگی چھپا نہیں سکے، شبنم سمیت وہ تینوں بھی کھانا چھوڑ کر انہیں دیکھنے لگے۔

"بھابھی! کھانا نہیں پکاتیں۔" اب کے شکیلہ نے پوچھا تھا۔

"اس کے جوڑوں کا درد اتنا بڑھ چکا ہے کہ اٹھنا بیٹھنا محال ہے۔"

"اور آپ کی بہو۔" شکیلہ کے پوچھنے پر وہ طنزاً مسکرائے تھے۔

"مجھے تو پتا نہیں کب وہ گھر ہوتی ہے اور کب نہیں۔ دلاور کا پوچھو تو وہ بھی سسرال میں پایا جاتا ہے۔"

وہ تلخی سے کہہ کر سفیان کے منہ میں نوالہ ڈالنے لگے۔ شبنم، شکیلہ اور راشد صاحب افسردگی سے واجد صاحب کو دیکھنے لگے، سنبل کو اپنے تایا کے لیے افسوس ضرور تھا لیکن اس کے نزدیک تائی کے لیے ایسا سلوک قدرت کی طرف سے سزا تھی۔ وہ خاموشی سے اپنی پلیٹ پر جھکی رہی۔

"تایا جی! اس عمر میں اتنا اکیلا پن اچھا نہیں جبکہ آپ دونوں کی طبیعت بھی ٹھیک نہیں رہتی۔ آپ انس کو کیوں نہیں بلا لیتے۔" شبنم واقعی سن کر پریشان ہو گئی تھی۔

واجد صاحب نے گہرا سانس لیا۔

"دلاور سے تو میں امید چھوڑ بیٹھا ہوں۔ انس ہی ہے بس۔ وہ بھی مجبور ہے۔ جب تک کنٹریکٹ پورا نہیں ہو جاتا وہ نہیں آسکتا۔ ہماری طرح وہ بھی مجبور ہے۔"

آخر میں ان کا لہجہ بھیگا تو سنبل کی نظریں بے ساختہ ان کی طرف اٹھیں، آج چار سالوں میں پہلی بار ہوا تھا جب تایا جی یوں کھل کر بولے تھے، ڈائننگ ٹیبل کے گرد بیٹھے سارے نفوس جیسے خاموش ہو کر رہ گئے تھے اور اس خاموشی کو دروازے پر بجنے والی گھنٹی نے توڑا تھا۔ ارشد صاحب اٹھ کر گئے تھے واپسی پر ان کے ساتھ کامران تھا، کامران کو دیکھ کر شبنم نے گہرا سانس لیا جبکہ سنبل نے غصے سے اسے دیکھا تھا۔ شبنم کھڑی ہو گئی تھی۔

"آؤ بیٹا! بیٹھو، کھانا لگا ہوا ہے۔"

"تھینکس آنٹی! میں کھانا کھا کر آیا ہوں۔ بس ماما کو لینے آیا تھا۔"

"شبنم تو رہنے آئی تھی نا!" راشد صاحب نے کچھ حیران ہو کر پوچھا۔

"جی پر گھر میں کچھ ضروری کام ہے۔"

"ٹھیک ہے بیٹا! تھوڑی دیر بیٹھو، جاؤ سنبل! چائے لاؤ۔" سنبل منہ بناتی ہوئی اٹھ گئی تھی۔

"کیسی ہیں آپ اور پڑھائی کیسی جا رہی ہے۔" وہ سب کو چائے دے کر کامران کی طرف آئی جو ٹی وی کے قریب رکھے صوفے پر بیٹھا بریکنگ نیوز دیکھ رہا تھا۔ اس کو دیکھ کر پوچھنے لگا۔

"پڑھائی اچھی جا رہی ہے اور جیسی بھی ہوں۔ آپ کے سامنے ہوں۔"

اس کے بے نیاز انداز پر وہ بے ساختہ مسکرا کر بولا۔ "ہمیشہ کی طرح لاجواب ہیں۔"

"کچھ کہا آپ نے؟" وہ چونک کر مڑی۔

"جی وہ چینی کم لگ رہی ہے۔" سنبل نے ابرو اچکا کر اسے دیکھا۔

"پیئے بغیر کیسے کہہ سکتے ہیں۔"

"ہوں!" وہ مصنوعی سنجیدگی سے چائے کو دیکھ کر اسے دیکھنے لگا۔

"کہہ تو آپ ٹھیک رہی ہیں اگر آپ نے بنائی ہے تو پھر پھیکی تو ہو ہی نہیں سکتی۔" کہہ کر اس نے مسکراہٹ روکنے کے لیے کپ ہونٹوں سے لگا لیا۔

پہلے تو سنبل سمجھی نہیں لیکن سمجھ میں آنے پر اس نے دانت پیس کر اسے گھورا۔ پچھلے کچھ عرصے سے اسے کامران کے انداز اور الفاظ بدلے بدلے لگ رہے تھے۔ وہ جتنا اسے نظر انداز کرتی وہ اتنا اپنی حرکتوں سے اسے متوجہ کرتا تھا۔

"ویسے آپ کیوں آئے ہیں؟" وہ جو اس کے دانت پیسنے کو انجوائے کر رہا تھا چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"آپ کو میرے آنے پر افسوس ہے یا میرا آنا ہی برا لگتا ہے؟" کامران نے اتنی سنجیدگی سے پوچھا کہ وہ گڑبڑا کر رہ گئی۔

"مجھے کیوں آپ کا آنا برا لگے گا۔"

"تو اس کا مطلب ہے آپ کو میرا آنا اچھا لگتا ہے۔" وہ ایک دم پینترا بدل کر بولا۔

"اف!" سنبل زچ ہو کر وہاں سے ہٹ گئی تھی جبکہ کامران نے مسکراتے ہوئے دوبارہ کپ ہونٹوں سے لگا لیا۔

وہ کمرے میں آئی تو شبنم اپنے کپڑے بیگ میں رکھ رہی تھی۔

"باجی! یہ بالکل ٹھیک نہیں۔ آپ رہنے آئی تھیں۔ میں نے کتنے ہی پروگرام بنا لیے تھے اور اب آپ جا رہی ہیں۔" وہ ناراضی سے بولتی ہوئی بیڈ کے سامنے رکھی ہوئی کرسی پر بیٹھ گئی۔ شبنم البتہ کچھ کہے بغیر کپڑے رکھتی رہی۔

"اگر آپ کہیں تو میں زبیر بھائی سے بات کروں کہ وہ آپ کو یہاں رہنے دیں۔" اب کی بار شبنم نے ہاتھ روک کر اسے دیکھا۔

"میں نے پہلے بھی تم سے کہا ہے سنبل! اس کی ضرورت نہیں۔ وہ کام کی وجہ سے مصروف ہوں گے اور کام گھر میں ہے۔ بتایا ہے تمہیں دعوت ہے کامران کے دوستوں کی اور زبیر کو پسند نہیں کہ ان کی امی اور بھائی کو کسی بات کے لیے انکار کیا جائے۔"

"مجھے نہیں لگتا زبیر بھائی ایسے ہیں۔" سنبل کے کہنے پر شبنم مسکرائی تھی اور پھر سر جھٹک کر اسے دیکھا۔

"تم کبھی کبھی تایا جی کی طرف چکر لگا لیا کرو۔" سنبل نے اس طرح شبنم کو دیکھا جیسے اس کا دماغ چل گیا ہو۔

"میں کیوں جاؤں وہاں؟" وہ نتھنے پھلا کر بولی۔

"تمہیں تایا جی کی حالت نظر نہیں آ رہی۔ کتنے کمزور ہو گئے ہیں اور تمہارے سامنے بتا رہے تھے تائی جی بھی ٹھیک نہیں رہتیں اور ان کی بہو شاید وہ بھی ان کی پرواہ نہیں کرتی۔"

"ایک منٹ باجی!" وہ تیزی سے اس کی بات کاٹ کر بولی۔ "جو تائی جی اور دلاور بھائی نے کیا۔ آپ بھول

سکتی ہیں میں نہیں۔"

"شبنم! جو گزر گیا اسے دہرانا فضول ہے۔"

"یہی میں آپ سے کہہ رہی ہوں' تائی جی کے لیے کچھ بھی کرلو' فضول ہے' ویسے بھی انہوں نے جو بویا ہے۔ وہی کاٹ رہی ہیں اور ان کی خدمت' تیمارداری کرنا ان کے بیٹوں کا فرض ہے جبکہ انہیں پروا ہی نہیں تو آپ کو کیوں افسوس ہو رہا ہے۔"

"شبنم!" شبنم زچ ہو کر بولی۔

"پلیز یا جی! مجھے کوئی نصیحت نہ کریں۔" وہ ناراضی اور بے زاری سے بولتی ہوئی باہر نکل گئی۔

باہر چائے کا دور ختم ہو چکا تھا۔ تایا جی جا رہے تھے۔ اس نے غور سے ان کا چہرہ دیکھا۔ وہ واقعی بوڑھے لگنے لگے تھے۔ وہ گہرا سانس لے کر شکیلہ اور شبنم کی طرف مڑی۔ تب ہی اس کی نظر کامران کی طرف اٹھی۔ وہ مسکراتے ہوئے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"توبہ ہے۔" وہ چڑ کر شبنم سے ملے بغیر اپنے کمرے کی طرف مڑ گئی۔

★ ★ ★

کمرے کا دروازہ کھولتے ہی اسے جھٹکا لگا تھا۔ بیڈ پر لیٹے زبیر کو دیکھ کر وہ اتنی حیران ہوئی کہ اپنی جگہ سے ہل ہی نہیں سکی۔ زبیر نے ایک نظر اس کے حیران چہرے کو دیکھا اور دوبارہ ٹی وی دیکھنے لگا۔ شبنم نے صوفے پر اپنا بیگ رکھتے ہوئے بغور زبیر کا چہرہ دیکھا جہاں ذرہ برابر شرمندگی نہیں تھی۔

"کھانا لاؤں آپ کے لیے؟" مسلسل خاموشی پر اس نے اکتا کر پوچھا۔

"کھا چکا ہوں۔" وہ چینل بدلتے ہوئے بولا۔

"آپ نے تو کہا تھا۔ آپ کو آفس کے کام سے شہر سے باہر جانا ہے۔ میں سمجھی۔ آپ اس لیے نہیں آئے کہ گھر پر نہیں ہوں گے۔" آخر ہمت کر کے وہ بول ہی پڑی۔ زبیر نے ابرو اچکا کر اسے دیکھا۔

"میرا دل نہیں چاہا۔ میں نہیں آیا۔ کیا میرا وہاں حاضری لگوانا ضروری تھا؟"

"امی' ابو آپ کا ہر بار پوچھتے ہیں۔ کتنا عرصہ ہو گیا ہے آپ کو ان سے ملے۔"

زبیر نے طنزیہ انداز میں سر جھٹکا۔ "میرا نہیں میرے نہ ملنے سے انہیں کوئی فرق پڑے گا اور بات وہاں یقیناً" تمہارے تایا بھی پائے جاتے ہو جن سے میں بالکل بھی نہیں ملنا چاہتا کیونکہ میں بھی اپنی بے عزتی بھولا نہیں۔" اس کے لہجے نے شبنم کے حلق میں کڑواہٹ اتار دی تھی۔

"زبیر! وہ محض ایک غلط فہمی تھی' تایا جی کا کبھی بھی آپ کی بے عزتی ہو ہی نہیں سکتا۔ سے بہت پیار کرتے ہیں اور میرے حوالے سے انہیں بہت عزیز ہیں اور آپ کو میرے لیے تایا پسند کیا تھا۔"

"اور مجھے اسی بات کا افسوس ہے۔" شبنم بھری نظروں سے اسے دیکھا "کیا آپ کو میرے شادی پر افسوس ہے۔"

ان دونوں کے درمیان صرف لفظوں کا ہی بھ گیا تھا۔ زبیر نے آج اسے بھی توڑ دیا تھا۔

"میرا منہ مت کھلواؤ شبنم تو بہتر ہو گا۔ اس با شکر مناؤ کہ میں نے آج تک تم پر پابندی نہیں لگا اب اگر مجھ سے بحث کی تو آئندہ ہمیشہ کے لیے وہا بند کر دوں گا۔" وہ انگلی اٹھا کر دھمکی دینے والے ا میں بولا۔

"لائٹ بند کرو' مجھے سونا ہے۔" وہ کروٹ بدل لیٹ گیا تو شبنم لائٹ بند کر کے دوسرے کونے پر گئی اور آج بھی اس کا تکیہ آنسوؤں سے بھیگ رہا جب زبیر سے اس کی شادی ہوئی تب اس کے دل و دما کسی اور کا بسیرا تھا لیکن آہستہ آہستہ اس نے حقیقت کو قبول کر لیا تھا۔

زبیر کا رویہ اس کے ساتھ اچھا تھا گھر میں اس ساس اور دیور تھے۔ شروع میں سب ٹھیک تھا لگا آہستہ آہستہ اس کی ساس کو اس میں خامیاں نظر لگیں۔ دونوں بیٹے ماں کے اتنے تابع دار تھے کہ ماں کی آنکھوں سے دیکھتے اور کانوں سے سنتے تھے اور خامیاں جو شبنم میں موجود ہی نہیں تھیں ماں کے ساتھ زبیر کو بھی نظر آنے لگیں۔ روز گھر میں اسے

عزت کیا جاتا۔

وہ بھی ایسا ہی ایک دن تھا۔ جب وہ سر جھکائے زبیر اور آنٹی کی لن ترانیاں سن رہی تھی جب راشد صاحب کے ساتھ واجد صاحب داخل ہوئے تھے۔ ان کے لیے یہ سب حیران کن تھا کیونکہ آج تک شبنم یہی کہتی آرہی تھی کہ سب بہت اچھا ہے۔ ان کو یوں اچانک سامنے دیکھ کر زبیر اور اس کی امی کا رنگ فق ہو گیا تھا۔ راشد صاحب تو دکھ کے مارے کچھ بول ہی نہیں سکے لیکن واجد صاحب خود پر قابو نہیں رکھ سکے جو ان کے دل میں آیا' انہوں نے زبیر اور اس کی ماں کو سنایا تھا۔ جواباً" زبیر بھی بدلحاظی پر اتر آیا تھا۔ نتیجہ اس کو بھگتنا تھا۔

تایا جی اسے لے جانے پر بضد تھے اور دوسری طرف زبیر اور اس کی امی بھی اسے رکھنے کو تیار نہ تھے۔ وہ گھر آگئی۔ یہاں آکر بھی اس نے زبیر کا بھرم رکھا تھا۔

ایک مہینہ گزر گیا۔ اس کے ماں باپ ایک بار پھر اس کی وجہ سے پریشان تھے۔ وہ جانتی تھی۔ زبیر اسے لینے نہیں آئے گا۔ ایک دن وہ خود ہی اپنی انا کا گلا گھونٹ کر چلی آئی کیونکہ اس کا ایک بچہ تھا اور دوسرے شادی شدہ لڑکی ماں باپ کے گھر بیٹھی ہو تو دنیا لڑکی اور اس کے گھر والوں کا جینا محال کر دیتی ہے۔

اس کے بعد زبیر کبھی سسرال نہیں آیا حالانکہ حالات دیکھتے ہوئے تایا جی معافی بھی مانگ چکے تھے۔ بظاہر سب ٹھیک ہو گیا تھا لیکن کتنا ٹھیک ہوا تھا۔ یہ صرف وہ جانتی تھی۔

☆ ☆ ☆

"آرہا ہوں بھئی کون ہے۔" متواتر بجتی گھنٹی پر وہ بڑبڑاتے ہوئے گیٹ کی طرف بڑھ رہے تھے۔ گیٹ کھلتے ہی ان کی نظر دو ٹریولنگ بیگز سے ہوتی ہوئی سامنے کھڑے شخص پر جا کر رک گئی۔ انہوں نے آنکھیں بند کر کے دوبارہ کھولیں لیکن سامنے کا منظر نہیں بدلا تھا۔

"انس!" انہوں نے بے یقینی سے پکارا۔

"السلام علیکم ابو۔" وہ جوش سے بولتا ہوا ان کے گلے لگ گیا۔ "کیسے ہیں آپ؟" وہ اسی طرح بازوؤں میں لیے ان کا چہرہ دیکھنے لگا۔

"آنے کی اطلاع ہی دے دیتے' میں تمہیں خود لینے آجاتا۔"

"میں کوئی چھوٹا بچہ ہوں ابو! جو راستہ بھول جاتا۔ دیکھیں ٹھیک ٹھاک خیریت سے پہنچ گیا۔"

وہ دونوں ہاتھوں میں بیگ تھامے ان کے پیچھے چلنے لگا۔ آہٹ پر انہوں نے مڑ کر دیکھا اور دروازے میں کھڑے انس کو دیکھ کر وہ بے ساختہ اٹھی تھیں۔ اگلے ہی پل وہ اس کے گلے لگ کر اس طرح روئیں کہ اس کے ساتھ ساتھ واجد صاحب بھی آبدیدہ ہو گئے تھے۔

"امی! بس کریں' میں زندہ سلامت آپ کے سامنے ہوں اور آپ ایسے رو رہی ہیں جیسے میں۔۔۔"

"بکواس نہ کر۔" امینہ نے بے ساختہ تھپڑ مارتے ہوئے اسے روکا تھا۔ "چار سال بعد آئے ہو۔ یہ نہیں سوچا۔ پیچھے۔۔۔ ماں باپ کا کیا حال ہو گا۔" وہ اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے شکوہ کرنے لگیں۔

"سوری امی! مجھے بالکل اندازہ نہیں تھا کہ آپ دونوں کا یہ حال ہو گا۔ میں تو مطمئن تھا کہ دلاور ہے' اس کی بیوی ہے۔"

وہ افسردگی سے اپنے ماں باپ کے چہرے دیکھتے ہوئے بولا۔ جو اپنی عمر سے زیادہ بوڑھے نظر آرہے تھے۔

"اس نے ہمارا کیا خیال کرنا ہے۔ وہ تو خود بیوی کے رحم و کرم پر ہے۔ میری ہی قسمت خراب تھی جو لالچ میں اندھی ہو کر بیٹے کو خود کنویں میں دھکیل دیا۔" امینہ نے کہہ کر ایک بار پھر رونا شروع کر دیا۔

"آپ بیٹھیں امی!" انس نے انہیں تھام کر دوبارہ بیڈ پر بٹھا دیا تھا۔

"میں جب بھی فون کرتا تھا۔ آپ نے کبھی مجھے نہیں بتایا کہ یہاں یہ سب چل رہا ہے اور نہ کبھی دلاور نے کوئی ذکر کیا۔" وہ فکرمندی سے بولا۔

"تمہیں کیا بتاتے بیٹا! تم کیا کر سکتے تھے۔" امینہ

الٹا اس سے پوچھنے لگیں۔

"ٹھیک کہہ رہی ہے امینہ! تم کیا کر لیتے۔ ویسے بھی جس نے کانٹے بوئے ہوں اسے پھولوں کی امید تو نہیں رکھنی چاہیے۔" واجد صاحب کے طنزیہ انداز پر وہ بلبلا اٹھی تھیں۔

"دلاور کی پریشانی کیا کم ہے جو یہ ہر وقت طنز کے تیر تیار رکھتے ہیں۔ کبھی انہوں نے میری پروا نہیں کی' خود تو بھائی کے گھر جا کر دل ہلکا کر آتے ہیں۔ کبھی میرا سوچا۔ میں کس سے دل کی بات کروں۔" سالوں بعد انہیں کوئی اپنا نظر آیا تھا۔ وہ بنا رکے اپنے دل کی بھڑاس نکال رہی تھیں۔

"آپ بھی ابو کے ساتھ چلی جایا کریں چاچو کی طرف۔" وہ مسکرا کر بولا تو وہ خاموشی سے نظریں چرا گئیں۔

"خیر۔ آپ پریشان نہ ہوں۔ اب میں آگیا ہوں نا!" اس نے کہتے ہوئے انہیں بازو کے گھیرے میں لے لیا اور مسکرا کر باپ کو دیکھا جن کا چہرہ ایک دم پرسکون لگنے لگا تھا۔

☼ ☼ ☼

آج کی صبح بڑی خوب صورت تھی۔ صحن میں کھڑے ہو کر بازو پھیلا کر اس نے ہوا کی تازگی کو محسوس کیا تھا۔ انسان دنیا میں کہیں بھی چلا جائے اپنا ملک اپنا گھر اور اپنے بستر کو کبھی نہیں بھول سکتا۔ اس نے مسکرا کر آنکھیں کھولیں' ایک بھرپور ناشتے کی طلب اس کے اندر بیدار ہوئی۔ اس نے مڑ کر امینہ کے کمرے کی طرف دیکھا۔ یقیناً" اس وقت وہ سو رہی ہوں گی۔ کیونکہ رات کو کافی دیر تک وہ اس سے باتیں کرتی رہی تھیں وہ تو اس نے زبردستی فجر کے وقت انہیں سلایا تھا۔

وہ گیٹ کی طرف بڑھا۔ اب اس کے قدم مانوس راستے پر چل رہے تھے۔ دروازے پر دستک دیتے ہوئے وہ متوقع ردعمل کا تصور کرتے ہوئے مسکرا اٹھا تھا۔

"اس وقت کون آگیا؟" دروازے کے قریب سے شکیلہ کی آواز سنائی دی اور پھر دروازہ کھل گیا تھا۔ اور اس کی توقع کے عین مطابق۔

شکیلہ اسے دیکھ کر حیران رہ گئی تھیں۔ وہ خود آگے بڑھ کر ان کے گلے لگ گیا تھا۔ "کیسی ہیں آپ چچی!"

"میں بالکل ٹھیک ہوں بیٹا! آئے کب ہو اور بھائی صاحب نے بتایا بھی نہیں؟"

"میں اندر آجاؤں چچی!" اس کے پوچھنے پر شکیلہ نے ماتھے پر ہاتھ مارا۔

"تمہیں دیکھ کر میں سب بھول گئی۔" وہ اس کا بازو تھام کر اندر لے آئیں۔

"میں رات کو آیا تھا۔ اچانک پروگرام بنا تھا امی ابو کو بھی نہیں بتا تھا۔" وہ صوفے سے ٹیک لگا کر بولا۔

"چچی! میں دراصل اتنی صبح آپ کے ہاتھ کا ناشتا کرنے آیا ہوں۔" اس نے بلا جھجک اپنی خواہش بیان کی تھی۔

"میں صدقے! اور اس کی فرمائش پر شکیلہ جیسے نہال ہو کر بولیں۔ "کیا کھائے گا میرا بیٹا؟"

"پراٹھا' آملیٹ ہری مرچ اور دھنیے والا اور زبردست سی چائے۔" اس نے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے چٹخارہ لیا۔

"میں بس ابھی بناتی ہوں۔ تم آرام سے لیٹ جاؤ یا ٹی وی لگالو۔"

اس کی بوریت کے احساس کے پیش نظر وہ اسے مشورہ دے کر کچن کی طرف بڑھ گئیں۔ وہ بھی دونوں ہاتھ گردن کے نیچے رکھ کر لیٹ گیا۔

"اف امی! آپ اتنی صبح صبح کس کے لیے ناشتا بنا رہی ہیں؟"

غنودگی میں ڈوبی نسوانی آواز پر اس نے جھٹکے سے آنکھیں کھولیں۔ وہ آنکھیں ملتی ہوئی ادھر ہی آرہی تھی۔ اس کی نظر انس پر نہیں پڑی تھی جبکہ انس نے ایک بار بھی پلکیں نہیں جھپکی تھیں۔ وہ اپنی ہی جھونک میں صوفے پر بیٹھ رہی تھی اور انس نے تیزی سے اپنی پھیلی ہوئی ٹانگوں کو سمیٹا تھا وہ دھپ سے

لی اور سر صوفے کی پشت سے ٹکا دیا۔

"صبح صبح اتنا شور مچا دیتی ہیں امی! سونے بھی نہیں دیتیں۔"

اس نے بڑبڑاتے ہوئے آنکھیں کھولیں اور جوں ہی اس نے گردن گھمائی اس کو محاورتاً نہیں حقیقتاً" جھٹکا لگا تھا۔

"انس بھائی!" وہ پوری آنکھیں کھول کر بولی۔ اس کے چہرے پر چھائی حیرت انس کو ہنسانے کے لیے کافی تھی۔ "آپ کب آئے؟"

"ابھی!" وہ مسکراہٹ روکتے ہوئے بولا۔

"ابھی!" اس نے حیرت سے دہرایا۔ "سیدھا ادھر آرہے ہیں؟"

"ہوں!" انس نے معصومیت سے سرہلایا۔

"اور آپ کا سامان؟" اس نے متلاشی نظروں سے ادھر ادھر دیکھا۔

"وہ ایئرپورٹ والوں نے رکھ لیا۔" وہ پوری سنجیدگی سے بولا تو اب کی بار سنبل نے آنکھوں کو چندھیا کر اسے دیکھا۔

"آپ مجھے الو بنا رہے ہیں۔"

"پاگل! بھلا مجھے کیا ضرورت ہے۔"

"ہوں!" اس کے چہرے کی ہنسی نظر انداز کرتے ہوئے وہ تیزی سے کچن کی طرف بھاگی۔

"امی! باہر چلیں۔ دیکھیں۔ انس بھائی آئے ہیں۔" اس کے جوش پر پراٹھا پلٹتی شکیلہ بے ساختہ مسکرائیں "جانتی ہوں اور سنو۔ اپنے ابو کو بھی جگا دو۔"

وہ جو بریکنگ نیوز دینے آئی تھی مایوس ہو کر پلٹی۔

"سنبل!"

"جی؟"

"انس کے سامنے کوئی فضول بات مت کرنا۔ ماضی گزر چکا ہے۔ دلاور اور شبنم اپنی اپنی زندگیوں میں خوش ہیں۔ اب اتنے سالوں بعد انس آیا ہے، میں نہیں چاہتی۔ اس کا یا تمہارے ابو کا دل برا ہو۔ تم جانتی ہو نا۔ وہ انس کو بیٹوں کی طرح چاہتے ہیں۔"

ان کے لہجے میں چھپی تنبیہہ پر وہ سرہلاتی ہوئی راشد صاحب کو جگانے ان کے کمرے میں آگئی۔

"ابو! انس بھائی آئے ہیں۔" اس کا اتنا کہنا تھا، راشد صاحب نے پٹ سے آنکھیں کھول کر اس دیکھا۔

"کون؟" انہیں لگا، انہیں سننے میں غلطی ہوئی ہے۔

"انس بھائی۔" اس نے اب زور سے دہرایا تو وہ تیزی سے اٹھے۔ سنبل نے افسوس سے سرہلایا۔

"سارے ایسے خوش ہو رہے ہیں جیسے انس بھائی نہیں بلکہ پرنس ولیم آیا ہے۔" وہ منہ بناتے ہوئے باہر آگئی۔

اس کا پراٹھا ابھی آدھا بھی نہیں ہوا تھا۔ جب انس نے دوسرے پراٹھے کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اب کی دفعہ وہ زبان میں ہوتی کھجلی کو روک نہیں سکی۔

"لگتا ہے انس بھائی! وہاں آپ کو کھانا نہیں ملتا تھا۔"

انس کے ساتھ ساتھ شکیلہ اور راشد نے ایک ساتھ اسے دیکھا تھا۔ شکیلہ کے چہرے پر غصہ تھا جبکہ انس مسکرا دیا تھا۔

"سچ۔ وہاں ایسا کھانا کہاں ملتا ہے۔" وہ شرمندہ ہوئے بغیر دوبارہ کھانے لگا۔

"وہاں تو چلو ٹھیک ہے پر مجھے لگتا ہے، اپنے گھر بھی کسی نے آپ کو کھانے کا نہیں پوچھا۔"

شرمندگی کے مارے راشد صاحب کے چہرے کا رنگ بدل گیا تھا جبکہ شکیلہ نے بے ساختہ اسے تھپڑ لگایا تھا۔

"آوچ!" تھپڑ زیادہ زور سے لگا تھا۔

"ٹھیک کہہ رہی ہو۔ گھر میں سب سو رہے تھے اور جاگ بھی رہے ہوتے تو مجھے چچی کے ہاتھ کا پراٹھا کھانا تھا۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بولا۔

"بیٹا! اس کی بات کا برا مت ماننا۔ اسے فضول بولنے کی عادت ہے۔" شکیلہ نے دانت پیس کر اپنی بیٹی کو دیکھا۔

"جانتا ہوں چچی!" اس کا پراٹھا ختم ہو گیا تھا۔
وہ اب راشد صاحب سے باتیں کر رہا تھا۔ سنبل ڈرتے ڈرتے کچن میں داخل ہوئی۔ جانتی تھی ماں کا غصہ عروج پر ہو گا۔
"میں نے منع کیا تھا منہ بند رکھنا۔ بے چارے بچے کا ناشتا خراب کر دیا۔ شرم نہیں آئی یوں اس کے نوالے گنتے ہوئے۔"
"امی!" وہ بدبدا کر رہ گئی۔ جبکہ وہ ناراضی سے چائے کا کپ لے کر باہر نکل گئیں۔ وہ پیچھے آئی تھی۔
"کہاں جا رہے ہو انس! چائے تو پی لو۔"
"نہیں چچی! دیر ہو گئی ہے' مجھے وقت کا پتا نہیں چلا۔ امی ابو کو بتائے بغیر نکل آیا تھا۔ وہ اٹھ گئے ہوں گے۔"
شکیلہ کی گھوری پر اس نے ہڑبڑا کر انس کو دیکھا' وہ باہر جا رہا تھا۔ راشد صاحب کی ناراض نظر پر وہ بے ساختہ انس کے پیچھے آئی تھی۔
"انس بھائی؟" انس رک گیا اور مڑ کر اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔
"سوری انس بھائی! میں مذاق کر رہی تھی۔"
"ہوں!" وہ اتنا کہہ کر اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔ سنبل کو اندازہ نہیں ہوا کہ وہ ناراض ہے یا نہیں۔
"آپ ناراض تو نہیں؟" اب کی بار انس نے گہرا سانس لیا۔
"بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جن سے ناراض نہیں ہوا جا سکتا اور تم میرے لیے ان لوگوں میں سے ہو۔" اس کے انداز میں کچھ ایسا تھا کہ وہ اس کے چہرے کو دیکھنے لگی یہاں تک کہ وہ ایک مسکراہٹ اچھالتا دہلیز عبور کر گیا۔

☆ ☆ ☆

وہ اندر آیا تو امینہ اور واجد کو اپنے انتظار میں پایا۔
"کہاں چلے گئے تھے انس کتنا پریشان ہو گئے تھے ہم۔" اسے دیکھتے ہی امینہ ناراضی سے بولیں۔
"کیا ہوا امی! میں بچہ تھوڑی ہوں یہیں پیدا ہوا اور بڑا ہوا ہوں' صبح آپ لوگ سو رہے تھے تو میں چاچو کی طرف چلا گیا۔"
امینہ نے سن کر برا سا منہ بنایا "باپ بیٹے کو اور کوئی کام ہی نہیں۔" وہ بڑبڑا کر رہ گئیں۔
"دلاور آیا ہے۔"
"اچھا کہاں ہے؟" وہ بے ساختہ خوش ہونے کے بعد متلاشی نظروں سے ارد گرد دیکھنے لگا۔
"اپنے کمرے میں ہے۔ تم چلو میں ناشتا لاتی ہوں۔"
"نہیں میں ناشتا کر کے آیا ہوں۔" وہ کہہ کر مڑ گیا جبکہ امینہ کتنی دیر تک بڑبڑاتی رہیں۔
"بڑے اچھے لگ رہے ہو۔" دلاور نے اس سے ملتے ہوئے کہا۔
"اور تم مجھے کمزور لگ رہے ہو۔" اس کی نسبت انس نے سنجیدگی سے کہا تھا۔
"تمہارا وہم ہے۔ عرصے بعد دیکھ رہے ہو نا۔" دلاور نے ہنس کر ٹالا۔
"ویسے بڑے بے مروت ہو' ایسے گئے مڑ کر خبر نہیں لی۔"
"جتنا کنٹریکٹ تھا۔ اتنی دیر تو رکنا تھا۔ ویسے بھی مجھے بالکل اندازہ نہیں تھا کہ یہاں یہ حالات ہیں۔ میں تمہارے بھروسے سب چھوڑ کر گیا تھا۔ مجھے کیا پتا تھا۔ تم اتنے لاپروا ہو جاؤ گے۔" انس کا انداز افسوس لیے ہوئے تھا۔
"میں لاپروا نہیں۔ مجبور ہوں انس۔" وہ گہرا سانس لے کر بولا۔
"مطلب؟" انس نے کچھ حیرت سے پوچھا۔ دلاور نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا۔
"میں کس اذیت سے گزر رہا ہوں' کوئی نہیں جانتا۔ جب سے شادی کی ہے۔ شاید ہی کوئی ایک دن ہو' جب میں سکون سے رہا ہوں۔ نیہا کو اپنے باپ کے پیسے کا کچھ زیادہ ہی مان ہے۔ آئے دن کوئی نہ کوئی مطالبہ۔ وہ میری شرافت کو میری کمزوری سمجھتی ہے۔ میں لڑائی کو اس لیے طول نہیں دیتا کیونکہ میں گھر توڑنا

نہیں چاہتا۔ لیکن اسے پتا نہیں کس بات کا زعم ہے، پھنس گیا ہوں میں امی کی بات مان کر۔"

پریشانی سے دلاور کی باتیں سنتے انس نے گہرا سانس لیا۔ "غلطی صرف امی کی نہیں دلاور! تم بھی اس میں برابر کے شریک ہو۔ لالچ کی پٹی تمہاری آنکھوں پر بھی بندھی تھی۔ تم نے ہیرے کو کھو کر پتھر کا انتخاب کیا تھا۔"

"جانتا ہوں۔" دلاور نے اب بالوں کو مٹھیوں میں بھینچ لیا۔

"کبھی کبھی لگتا ہے مجھے شبنم کی بددعا لگی ہے۔"

"وہ ایسی نہیں۔" انس بے ساختہ بولا تھا۔ "تم کبھی ملے ہو اس سے۔" انس نے دلاور سے پوچھا تھا۔

"نہیں میں شادی کے بعد سے نہ ملا ہوں نہ اسے دیکھا ہے لڈ رہی ہیں چچی، سنبل لوگ بھی نہ آتے ہیں نہ امی جاتی ہیں، صرف ابو اور چاچو ہی آتے جاتے ہیں۔"

"خیر، تم اپنا دل برا نہ کرو۔ نیہا کو پیار سے سمجھاؤ۔ وہ سمجھ جائے گی۔ آج تو نہیں دو تین دن تک شبنم سے ملنے جاؤں گا تم چلو گے؟" اٹھتے ہوئے اچانک انس نے دلاور سے پوچھا۔

"نہیں۔" اس نے چونک کر دیکھا اور پھر نظریں چرا کر کھڑا ہو گیا۔ "نہیں تم جاؤ مجھے نیہا کو لے کر ڈاکٹر کے پاس جانا ہے۔"

انس نے صرف ایک نظر اسے دیکھا اور خاموشی سے باہر نکل گیا۔

☼ ☼ ☼

روٹیوں کو اچھی طرح دسترخوان میں لپیٹ کر اسے ہاٹ پاٹ میں رکھا اور شامی کباب فریج سے نکال کر شیلف پر رکھے۔ ابھی اس نے کڑاہی چولہے پر رکھی تھی۔ جب زبیر کی آواز پر وہ جلدی سے چولہا بند کر کے اندر کی طرف بھاگی۔ اندر داخل ہوتے ہی اس کی دھڑکن تیز ہوئی تھی۔

زبیر اس کی والدہ اور کامران تینوں ایک ساتھ بیٹھے تھے۔ ان تینوں کا ایک ساتھ بیٹھنا کم از کم اس کے لیے اچھا شگن نہیں تھا۔

"آؤ شبنم بیٹھو۔" اس کی سوالیہ نظروں کے جواب میں زبیر کی والدہ (رقیہ) نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا۔

"ہم ابھی کامران کی شادی کی بات کر رہے تھے۔ میں نے دو لڑکیاں پسند کی ہیں۔ پر کامران کچھ اور ہی کہہ رہا ہے۔" رقیہ بیگم کی اتنی لمبی تقریر کم از کم اس کی سمجھ سے باہر تھی۔

"اسے کوئی اور لڑکی پسند ہے اب یہ اور بات ہے کہ مجھے اس کی پسند سے اختلاف ہے۔" انہوں نے ٹھنڈی آہ بھری اور شبنم نے پہلو بدلا۔

اسے کباب تلنے تھے سفیان کو دودھ پلانا تھا۔ اور یہاں پر فضول ٹاپک بھلا کامران کی شادی سے اس کا کیا تعلق۔ آج تک تو کسی نے کبھی مجھ سے مشورہ نہیں کیا۔ وہ حیران تھی۔

"امی! آپ بھی کیا باتیں لے کر بیٹھ گئیں، سیدھی بات کریں۔" آخر میں زبیر بے زاری سے بول پڑا۔

"کامران کو سنبل پسند ہے اور ہم چاہتے ہیں۔ تم اپنے گھر والوں سے بات کرو۔" شبنم کی آنکھوں کے سامنے جیسے اندھیرا چھا گیا تھا۔

"کیوں بھابھی! آپ کو کوئی پرابلم ہے۔" اس کی مسلسل خاموشی پر کامران طنزیہ انداز میں گویا ہوا تھا۔

شبنم نے ہونٹوں پر زبان پھیر کر خود کو بولنے پر آمادہ کیا۔

"مجھے کیا پرابلم ہو گی۔ میں امی ابو سے بات کروں گی، پھر ان کی جو مرضی۔"

"ان کی مرضی نہیں۔ تم سے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ہمیں جواب ہاں میں چاہیے۔" رقیہ بیگم نے ابرو اچکا کر کہا اور آنکھوں سے بیٹے کو اشارہ کیا۔

"ایک اور بات بھی کرنی تھی تم سے۔" شبنم نے دھڑکتے دل سے زبیر کو دیکھا۔

"میں نے جاب چھوڑ دی ہے۔" شبنم نے گہرا سانس لے کر تنے ہوئے اعصاب کو ڈھیلا چھوڑا۔ اسی لیے موصوف پچھلے چار دن سے گھر میں پائے جا رہے تھے۔

"میں اپنے دوست کے ساتھ بزنس شروع کرنا چاہ رہا ہوں۔ جس کے لیے مجھے ایک ہیوی اماؤنٹ کی ضرورت ہے۔"

شبنم لب سیے اسے دیکھتی رہی "میرے پاس تو کچھ نہیں ہے تم جانتی ہو' اس لیے۔" اتنا کہہ کر زبیر نے رک کر ماں کا چہرہ دیکھا اور شبنم نے ان کی آنکھوں کا تعاقب کیا۔ "تم اپنے ابو سے کہو اگر وہ کچھ رقم کا بندوبست کر سکیں۔"

"اوہ!" بے ساختہ شبنم کے منہ سے نکلا۔ تب ہی اتنی لمبی تمہید باندھی جا رہی تھی۔ "کتنی رقم؟" اس نے دل کڑا کر کے پوچھا۔

"دس لاکھ۔"

"دس لاکھ۔" شبنم کی چیخ اس کے حلق میں دفن ہو کر رہ گئی۔

"اس میں اتنا چونکنے والی کیا بات ہے بہو!" رقیہ کو برا لگا تھا۔ "اتنا تو زبیر کا حق بنتا ہے۔ دو کپڑوں میں لائے تھے تمہیں' کبھی جتایا نہیں۔ پر ہوا کیا؟ جب سے آئی ہو۔ میرے بیٹے پر تو جیسے رزق کے دروازے بند ہو کر رہ گئے ہیں اور یہ احسان کم کر رہے ہیں کہ تمہاری بہن کا رشتہ مانگ رہے ہیں۔ بھائی تم لوگوں کا ہے نہیں جو ہے۔ تم دونوں کا ہی ہے اور شادی کے بعد رہنا تو تم دونوں نے ساتھ ہی ہے نا اور تمہارے مکان کی قیمت ساٹھ ستر لاکھ تو ہو گی ہی۔"

وہ ہکا بکا ان کا منہ دیکھ رہی تھی جنہوں نے جائیداد کا اندازہ لگانے کے ساتھ کتنی شاندار منصوبہ بندی بھی کر رکھی تھی۔

"پر زبیر! میں ابو کو یہ تو نہیں کہہ سکتی وہ مکان بیچ دیں۔ وہ دونوں اس بڑھاپے میں کہاں دھکے کھائیں گے۔"

اس کی بات پر زبیر کے ماتھے پر بل پڑ گئے تھے۔

"دیکھو شبنم ہم نے آج تک تمہیں کوئی تکلیف نہیں دی اور نہ کوئی ڈیمانڈ کی۔ تمہارے گھر والوں کو تو شاید داماد کی عزت کرنا نہیں آتی اور جو تمہارے تایا نے کیا۔ وہ ہم بھولے نہیں۔ اب یہ تمہیں فیصلہ کرنا ہے کہ تمہیں ماں باپ کا گھر بچانا ہے یا اپنا۔ سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنا۔ اور ایک بات جب بھی اپنے ابو کے گھر جاؤ سوچ سمجھ کر جانا اور تب تک واپس نہ آنا جب تک میری مطلوبہ رقم تمہارے ہاتھ میں نہ ہو۔"

محفل برخاست ہو گئی تھی' وہ تینوں جا چکے تھے جبکہ وہ ابھی تک سکتے کی کیفیت میں بیٹھی تھی۔

✡ ✡ ✡

اسے ڈرائنگ روم میں بیٹھے پندرہ منٹ سے زیادہ ہو گئے تھے لیکن گھر کا کوئی فرد دوبارہ اندر نہیں آیا تھا۔ اس نے کوفت سے دوبارہ گھڑی کو دیکھا۔ تب ہی شبنم اندر داخل ہوئی' ہونٹوں پر مسکراہٹ اور آنکھوں میں آنسو لیے وہ بڑے بے ساختہ انداز میں اس کے سینے سے لگی تھی۔ انس کا ہاتھ اس کے سر پر ٹھہر گیا تھا۔

"ارے بھئی۔ بس کرو اب تو میں آگیا ہوں۔ تم نے تو رونے میں امی کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے۔"

شبنم کو خود ہی اپنے جذباتی پن کا احساس ہوا تو دونوں ہاتھوں سے چہرہ صاف کر کے اس کے ساتھ بیٹھ گئی۔

"کب آئے ہو؟ کیسے ہو؟" "اچھے لگ رہے ہو۔" شبنم اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے محبت سے بولی۔ انس ہنس پڑا تھا۔

"خود ہی سوال خود ہی جواب دے رہی ہو۔ اپنی سناؤ' کیا حالت بنائی ہوئی ہے۔" انس نے اس کی سوجی ہوئی آنکھوں کو تشویش سے دیکھا لیکن لہجہ سرسری رکھا تھا۔

"بس کچھ نہیں۔" وہ نظریں چرا کر بولی۔

"سفیان!" دروازے میں کھڑے بچے کو اس نے آواز دی تو انس بھی ادھر دیکھنے لگا۔

"ارے یہ تمہارا بیٹا ہے۔" انس بے اختیار اٹھا اور سفیان کو گود میں اٹھا لیا۔ "کتنا کیوٹ ہے' بالکل مجھ پر گیا ہے۔"

شبنم دل سے مسکرائی تھی۔ "ہر کیوٹ بندہ تمہیں

سفیان حیرت سے کبھی ماں کو اور کبھی انس کو دیکھ رہا تھا۔

"یہ بولتا نہیں۔" انس نے بیٹھتے ہوئے اسے گود میں بٹھالیا۔

"بہت بولتا ہے۔ تمہیں پہلی دفعہ دیکھ رہا ہے نا۔ اس لیے چپ ہے۔ تھوڑی دیر انتظار کرو۔ ابھی شروع ہوجائے گا۔

اور سناؤ اب رہو گے نا؟"

"دیکھو۔ سوچ کر تو نہیں آیا تھا ایسا۔ پر گھر کے حالات دیکھ کر لگ رہا ہے ہمیں رہنا پڑے گا۔"

"کیوں خیریت؟" شبنم چونکی۔

"ہاں وہ دلاور؟" وہ ابھی اتنا ہی بولا تھا جب زبیر اندر داخل ہوا۔

"السلام علیکم۔" انس کھڑا ہوگیا۔ "کیسے ہیں زبیر بھائی؟" اس نے مسکراتے ہوئے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا جسے زبیر نے بڑے تکلف سے تھاما اور اسی تکلف سے صوفے پر جا کر بیٹھ گیا۔

شبنم نے شرمندہ ہو کر انس کو دیکھا لیکن اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔ وہ زبیر کے سرد رویے کو نظر انداز کر کے اس سے باتیں کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ ڈرنک لے کر واپس آئی تو انس بھی خاموش بیٹھا تھا۔ اس کے بڑھانے پر اس نے گلاس تھام لیا لیکن پیا نہیں۔

"مجھے تھوڑا ضروری کام تھا۔ چلتا ہوں۔" انس نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ "یہ میں تمہارے اور زبیر بھائی کے لیے لایا تھا۔"

اس نے ایک بیگ شبنم کی طرف بڑھایا۔

"اور یہ سفیان کے لیے۔" اس نے دوسرا بیگ بھی شبنم کو تھمایا۔

"انس! تھوڑی دیر بیٹھو۔ میں کھانا لگاتی ہوں۔" وہ شرمندہ ہو کر بولی کیونکہ وہ کتنی دیر سے بیٹھا تھا اور گھر میں سے کوئی نہ اس سے ملنے آیا تھا اور نہ کسی نے اسے

"اچھا ہوا انس! تم آگئے۔ شبنم کو کچھ دنوں سے اپنے ابو کی طرف جانا تھا۔ میرے پاس تو ٹائم نہیں ایسا کرو تم آئے ہو تو لے جاؤ۔"

شبنم نے سانس روک کر زبیر کو دیکھا۔ "میں پھر چلی جاؤں گی۔" اس نے ہمت کر کے انس سے کہا۔

زبیر نے غصے سے اسے دیکھا۔ "جو کام کرنا ہے وہ ہو جائے تو بہتر ہے۔" اس کے جتاتے ہوئے انداز پر انس نے چونک کر دونوں کو باری باری دیکھا۔

"میں آئی انس!" زبیر کے باہر نکلتے ہی شبنم بھی اس کے پیچھے بھاگی تھی اور وہ وہاں کھڑے کھڑے اور الجھ گیا تھا۔

☆ ☆ ☆

واپسی میں وہ اس کے ساتھ تھی۔ بالکل خاموش اور اس کی گود میں لیٹا سفیان بھی سو گیا تھا۔

"شبنم! اب تم مجھے بتاؤ گی کہ کیا بات ہے۔" وہ سامنے دیکھتے ہوئے بڑی سنجیدگی سے بولا۔

"کچھ نہیں انس! کوئی خاص بات نہیں۔" شبنم نے زبردستی مسکرا کر کہا۔

"اندھا نہیں ہوں، جب سے آیا ہوں تمہارے شوہر کا عجیب رویہ دیکھ رہا ہوں، تمہاری سوجی ہوئی آنکھیں میرے سامنے ہیں اور اوپر سے تمہارے شوہر نے جس طرح تمہیں بھیجا ہے، وہ نارمل نہیں ہے۔"

اور وہ جو اتنے سالوں سے برداشت کر رہی تھی انس کے سامنے اپنا بھرم نہیں رکھ سکی اور آنسوؤں کے درمیان اسے سب بتا دیا تھا جب کہ انس اپنی جگہ سے ہل نہیں سکا۔ ایک دفعہ پھر ان کے انتخاب کی وجہ سے شبنم کی زندگی خراب ہوگئی تھی۔

"اوپر سے ایک فرمائش یہ بھی کر دی ہے کہ کامران سنبل سے شادی کرنا چاہتا ہے۔"

انس نے اب چونک کر اسے دیکھا۔ "تو تم نے کیا کہا؟" انس نے رک کر پوچھا۔

"اور ... وہ کیا ہی ہے۔"

"پتا نہیں، نہ تو کبھی میرے ذہن میں ایسا خیال آیا اور نہ کبھی میں نے غور کیا۔"

انس نے گہرا سانس لیا۔ "تم پریشان نہ ہو۔ میں کچھ سوچتا ہوں اور گھر جا کر چاچو، چچی سے اس بارے میں بات نہ کرنا۔ نارمل شو کرنا کہ کچھ دن رہنے آئی ہو۔"

شبنم نے آنکھیں رگڑ کر اسے دیکھا۔ "تم کیا کرو گے؟"

"کچھ نہ کچھ تو کروں گا نا!" اب کی بار انس نے مسکرا کر جیسے اس کی پریشانی کم کرنے کی کوشش کی اور اس کی مسکراہٹ نے جیسے واقعی شبنم کی پریشانی کو کم کیا تھا۔

"تم بڑے ہو گئے ہو انس، ایسا لگتا ہے میرے پاس تمہارے جیسے بھائی کی صورت میں ایک مضبوط سہارا ہے۔"

"تمہارا یہ بھائی ہر مشکل میں تمہارے ساتھ ہو گا۔" انس نے مسکرا کر گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

وہ گھر آیا تو نئی پریشانی اس کی منتظر تھی۔ اس نے کچھ حیرت سے ان تینوں کو دیکھا۔ وہ تینوں ہی اسے روئے ہوئے لگ رہے تھے۔ اسے دیکھ کر امینہ کے رکے آنسو پھر سے بہہ نکلے تھے۔

"خیریت تو ہے امی کیا ہوا؟" اس نے گھبرا کر انہیں بازوؤں کے حلقے میں لیا۔

"کوئی مجھے بتائے گا؟" اب کہ وہ جھنجلا کر اونچی آواز میں بولا۔

"نیہا نے خلع کا نوٹس بھیجا ہے۔" واجد صاحب کے بتانے پر انس نے اپنا سر تھام لیا۔

"یہ ہو کیا رہا ہے؟" وہ خود کلامی کے انداز میں بولا۔

"کیوں کر رہی ہے وہ ایسے؟" اس نے سرخ ہوتی آنکھوں کے ساتھ دلاور سے پوچھا۔

"اعتراض تو اس کو کئی ہیں۔ میرے ماں باپ کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی۔ کہتی ہے۔ میں اس پر پابندیاں

جب ... کرتا ہوں تو ... ہے۔ اب بچے کا ایشو بنا لیا ہے کہ مجھ میں پرابلم ہے جب کہ میں اپنے ٹیسٹ کروا چکا ہوں۔ میں ٹھیک ہوں۔ تنگ آگیا ہوں میں اس سے اور اب چھٹکارا چاہتا ہوں۔" دلاور کے صبر کا پیمانہ جیسے بھر گیا تھا۔

"یہ کسی مسئلے کا حل نہیں دلاور! شادی کوئی مذاق نہیں۔ یہ کرنا آسان ہے، لیکن اسے نبھانا مشکل ہے۔" کہہ کر اس نے گہرا سانس لیا۔

"کل میں خود جاؤں گا نیہا کی طرف۔ سمجھاؤں گا اسے۔ آپ چلیں گے امی ابو؟"

"توبہ کرو۔ میں تو منہ نہیں لگتی اس بدتمیز عورت کے۔ پڑھی لکھی جاہل کہیں کی۔" امینہ بیگم رونا بھول کر غصے سے بولیں۔

"ابو! آپ؟" اب کہ اس نے باپ کو دیکھا انہوں نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

☼ ☼ ☼

اور یہ انس کی زندگی کی سب سے بڑی غلطی تھی جو وہ نیہا کے گھر آیا تھا۔ وہ نیہا کو سمجھانے آیا تھا، لیکن الٹا اس نے اور اس کے گھر والوں نے اسے اور اس کے باپ کو بے عزت کر کے رکھ دیا تھا۔ نیہا کے گھر والے اپنی بیٹی کی غلطی ماننے کو تیار ہی نہیں تھے۔ ان کے نزدیک سارا قصور دلاور کا تھا اور وہاں سے نکلتے ہوئے انس کو دلاور کے رونے کی وجہ سمجھ میں آگئی تھی۔

☼ ☼ ☼

"ہیلو کہاں ہیں سب؟" گھر میں خاموشی محسوس کر کے اس نے اونچی آواز میں ہانک لگائی اور بیگ صوفے پر پھینک کر خود بھی وہیں بیٹھ گئی۔ تب ہی شبنم کمرے سے باہر نکلی۔

"کیا بات ہے باجی۔ اتنا سناٹا کیوں ہے؟ وہ حفیان موٹو کہاں ہے؟"

"وہ سو رہا ہے۔" اس کے سنجیدہ انداز پر سنبل نے

"امی نظر نہیں آرہیں؟"

"امی ابو تایا جی کی طرف گئے ہیں۔"

"کیوں خیریت؟" وہ حیران ہوئی تھی کیونکہ راشد صاحب تو جاتے رہتے تھے پر شکیلہ کا جانا عجیب تھا۔

"وہ دلاور اور نیہا کا رشتہ ختم ہوگیا۔"

"کیا؟" سنبل کو جھٹکا لگا تھا' لیکن یہ احساس کچھ لمحوں کے لیے تھا۔ اگلے پل گہرا سانس لے کر اس نے دونوں ہاتھ جھاڑے۔ "خس کم جہاں پاک!"

"کیا مطلب؟" شبنم نے تعجب سے اسے دیکھا۔

"مطلب کیا باجی! انسان جو بوتا ہے وہی کاٹتا ہے۔ میرے نزدیک تو اچھا ہوا ہے۔ کتنے غرور سے شادی کی تھی انہوں نے۔ اب دلاور بھائی اور تائی جی کا غرور خاک میں مل گیا ہوگا۔"

اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی جسے دیکھ کر شبنم کو حقیقتاً" دکھ ہوا تھا۔

"بڑے افسوس کی بات ہے سنبل! کسی کے دکھ میں خوش ہونا ایک اچھے مسلمان کی نشانی تو نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ سب کے گھروں کو آباد رکھے اور اگر ایسا میرے ساتھ ہوتا تو بھی تم ایسے خوش ہوتیں۔"

سنبل نے تڑپ کر اپنی بہن کو دیکھا۔ "اللہ نہ کرے۔ آپ کے ساتھ ایسا ہو اور زبیر بھائی' وہ تو بہت اچھے ہیں۔ دلاور بھائی جیسے تو بالکل نہیں۔ دھوکے باز' لالچی۔"

"کون کیسا ہے۔ یہ ہم کبھی نہیں جان سکتے جب تک واسطہ نہ پڑے۔" شبنم نے دھیمی آواز میں کہا۔

"کیا کہہ رہی ہیں باجی؟" سنبل سمجھ نہیں سکی۔

"کچھ نہیں۔" شبنم نے سر جھٹکا۔ تب ہی راشد صاحب اور شکیلہ اندر داخل ہوئے۔ ان دونوں کے افسردہ چہرے دیکھ کر دونوں نے کوئی سوال نہیں کیا تھا' لیکن راشد صاحب کے اندر جاتے ہی سنبل خود کو روک نہیں سکی۔

"امی! ابو کی تو سمجھ میں آتی ہے پر آپ کو کیا سوجھی وہاں جانے کی۔ کیا آپ تائی جی اور دلاور بھائی کی باتیں اور حرکت بھول گئی ہیں۔"

شکیلہ نے پہلے شبنم کو اور پھر غصے سے سنبل کو دیکھا۔

"سنبل! میں کب سے تمہاری بدتمیزی برداشت کر رہی ہوں' کتنا بغض بھرا ہے تمہارے دل و دماغ میں۔ کیا میں نے ایسی تربیت کی ہے تمہاری؟" سنبل اپنا غصہ بھول کر پریشانی سے ماں کا غصہ دیکھنے لگی۔

"امی! میں نے غلط کیا کہا ہے۔" وہ روہانسی ہو کر بولی۔

"کسی کی پریشانی میں خوشی کا اظہار کہاں کی صحیح بات ہے اور ایسے وقت میں دشمن بھی دشمنی بھول جاتے ہیں جب کہ وہ تو ہمارے رشتہ دار ہیں۔"

"اس کو چھوڑیں امی! وہاں سب ٹھیک ہیں؟" شبنم نے ناراض نظر سنبل پر ڈال کر پوچھا۔

"ٹھیک کیا ہونا ہے بیٹا! گھر اجڑ گیا دلاور کا۔ تکلیف تو ہے سب کو۔" شکیلہ نے آہ بھر کر کہا تو سنبل ناراضی سے واک آؤٹ کر گئی۔

☆ ☆ ☆

وہ کمرے میں آئی تو پتا نہیں کب سے بجتا اس کا موبائل خاموش ہوگیا تھا۔ اس نے تیزی سے دوپٹے سے گیلے ہاتھ صاف کر کے موبائل اٹھایا۔ زبیر کی کال تھی' وہ ہونٹ چباتے ہوئے کتنی دیر اسکرین کو دیکھتی رہی۔ یہاں تک کہ فون ایک بار پھر بجنے لگا اس نے دل کڑا کر کے فون اٹھالیا۔

"کانوں میں روئی ٹھونسی ہوئی تھی جو فون کی بیل سنائی نہیں دے رہی تھی۔" اس کی آواز سنتے ہی زبیر غصے سے بولا۔

"میں باہر تھی۔ فون کمرے میں تھا۔"

"دو ہفتے ہوگئے ہیں تمہیں گئے ہوئے' ایک فون نہیں کیا تم نے؟"

زبیر کے کہنے پر شبنم کو ایک خوش فہمی لاحق ہوئی کہ شاید اسے غلطی کا احساس ہوگیا ہے۔ وہ اسے اور اپنے بچے کو مس کر رہا ہے۔

"میں آپ کے فون کا انتظار کر رہی تھی۔"

"کیوں میرے فون کا کیوں؟ کام تم نے کرنا تھا' بات کی تم نے اپنے ابو سے یا نہیں؟"

شبنم نے افسوس سے سر جھٹکا۔ "نہیں' ابھی نہیں۔" وہ دھیمی آواز میں بولی۔

"ابھی نہیں کی تو کب کرو گی بے وقوف عورت؟" اب کی بار وہ حلق کے بل چیخا۔

"رمیض میرے باپ کا نوکر نہیں جو میرے انتظار میں بیٹھا رہے گا اور لوگ بھی ہیں اس کے ساتھ انویسٹ کرنے کے لیے اور ہاں' کیا کہانی سنائی ہے تم نے اپنے کزن کو۔"

زبیر کے طنزیہ انداز پر وہ چونکی۔ "کس کو؟"

"وہی تمہارے تایا کا بیٹا انس' کل آیا تھا میرے پاس۔ جاب کی آفر لے کر' میں نے کب تم سے کہا تھا کہ میری جاب کو لے کر' تم لوگوں کی منتیں کرتی پھرو' اب میں پینتیس چالیس ہزار کی جاب نہیں کر سکتا' میں نے بزنس کرنے کا مائنڈ بنالیا ہے اور تم بھی صرف وہی کرو جو کہا ہے اور اگر نہیں کر سکتیں تو وہیں بیٹھی رہو۔ میرے گھر میں تمہارے لیے کوئی جگہ نہیں۔"

"زبیر!" وہ دکھ کے مارے بس اتنا ہی بول سکی۔ وہ تو زبیر کی بات کو محض ایک بات سمجھ رہی تھی' لیکن نہ ماننے کی اتنی سنگین سزا' اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے۔ اس نے کانپتے ہاتھوں سے انس کا نمبر ملایا تھا۔

وہ اپنے دوست کے ساتھ سائٹ وزٹ کرنے جا رہا تھا جب شبنم کا فون آیا۔ اس کی گھبرائی ہوئی آواز سن کر وہ اپنے دوست سے معذرت کر کے تیزی سے گھر پہنچا تھا۔ دروازہ اس نے کھولا تھا جس کو دیکھنے کی خواہش رکھنے کے باوجود وہ نہیں آسکا۔

"کیسی ہو؟"

"ٹھیک ہوں۔" سنبل نے ایک طرف ہو کر اسے راستہ دیا۔

"ارے موٹو!" اسے دیکھتے ہی سفیان بھاگتا ہوا اس کی طرف آیا تھا۔ انس نے اسی تیزی سے اسے گود میں اٹھا کر اس کا منہ چوما تھا۔ "آج تو میں موٹو کے لیے چاکلیٹ نہیں لاسکا۔" وہ سفیان سے کہہ رہا تھا۔

"تمہاری ماما کہاں ہے؟"

"ماما!" وہ کمرے کی طرف اشارہ کرنے لگا تو وہ تیزی سے ادھر ادھر دیکھے بغیر کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

"میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ زبیر اس حد تک جا سکتے ہیں۔" وہ روتے ہوئے انس سے کہہ رہی تھی جب کہ انس پریشان تھا۔

"جب اس کو اچھی نوکری مل رہی ہے تو وہ کیوں ایسا کر رہا ہے؟" انس نے خود کلامی کی تھی۔

"کیا پہلے بھی یوں ہی شرطیں رکھتا تھا اور اس کے گھر والے' وہ بھی اسے منع نہیں کرتے؟" انس کے پوچھنے پر وہ گہرا سانس لے کر بولی۔

"شادی کے صرف کچھ عرصہ تک سب ٹھیک تھے لیکن سفیان کے پیدا ہوتے ہی سب کے انداز بدل گئے' میں حیران ہوں۔ عجیب باپ ہے جسے بیٹے سے بھی پیار نہیں۔"

"تم نے کبھی چاچو یا چچی کو نہیں بتایا۔" شبنم نے سر نفی میں ہلایا۔

"کیسے بتاتی انس! جب دلاور سے بات ختم ہوئی تو لوگوں نے بڑی باتیں کی تھیں۔ بچپن کی منگنی یوں کیسے ٹوٹ گئی۔ ضرور لڑکی میں کھوٹ ہو گا اور ان افواہوں پر مہر تائی جی کی باتوں نے لگادی۔ وہ سب رشتے داروں سے کہتی تھیں۔ لڑکی بدتمیز' منہ پھٹ' کام چور ہے اور رشتہ داروں کو تو تم جانتے ہو نا!" شبنم استہزائیہ انداز میں مسکرا کر بولی۔

"اور جب زبیر سے شادی ہوئی تو مجھے ان سب الزاموں کو دھونا تھا جو مجھ پر لگے تھے۔ اگر میں وہاں سے آجاتی تو تائی جی کے سب الزام سچے ثابت ہو جاتے اور میرے ماں باپ جیتے جی مر جاتے۔"

انس شرمندگی سے سر جھکائے بیٹھا تھا۔

"میں بہت شرمندہ ہوں شبنم! واقعی میری فیملی کی وجہ سے تمہیں بہت پریشانی ہوئی ہے۔"

شبنم نے چونک کر انس کی شکل دیکھی۔ "انس پلیز' میں یہ باتیں تمہیں شرمندہ کرنے کے لیے نہیں سنا

رہی بلکہ اپنی دل کی بھڑاس نکال رہی ہوں۔ اتنے سالوں سے خود سے لڑتے لڑتے تھکنے لگی ہوں۔"

تھوڑی دیر کے لیے دونوں خاموش ہو گئے تھے۔

"اب زبیر بھائی کیا کہتے ہیں؟" آخر انس ہی بولا تھا۔

"وہی بزنس کی رٹ اور اپنے ابو سے کہو۔ مکان بیچ دیں' میں ایسا نہیں کر سکتی انس!

یہ گھر میرے ماں' باپ' بہن کے لیے سائبان ہے۔ میں کیسے اپنے آرام کے لیے ان کے سر سے چھت چھین لوں اور پھر کل کو امی' ابو نے سنبل کی بھی شادی کرنی ہے' صرف میں ہی ان کی اولاد نہیں۔ میں سنبل کے ساتھ زیادتی نہیں کر سکتی۔"

"ہوں!" انس نے ہنکارا بھرا۔ "تم نے سنبل سے بات کی اپنے دیور کے متعلق؟" انس نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں اور ضرورت بھی نہیں۔ میں جانتی ہوں سنبل وہاں ایڈجسٹ نہیں کر سکتی اور کامران' وہ تو زبیر سے بھی ایک نمبر زیادہ ہے اور میں یہ بھی جانتی ہوں شادی کا شوشا بھی انہوں نے پیسوں کے لالچ میں چھوڑا ہے۔"

"ہوں..." انس نے پُرسوچ انداز میں ہنکارا بھرا۔ "شبنم! میں ابھی یہ بات کرنا نہیں چاہتا تھا' کیونکہ تم خود ابھی پریشان ہو' لیکن مجھے لگتا ہے کہ ابھی بات نہ کی تو شاید دیر ہو جائے گی۔"

"ایسی کیا بات ہے انس! کھل کر بات کرو۔" شبنم نے گھبرا کر اس کا چہرہ دیکھا۔

"شبنم! وہ..." وہ اٹکا۔ "میں سنبل سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔"

اگلے ہی پل وہ ایک سانس میں بول گیا اور دوسری طرف شبنم کا سانس اٹکا تھا۔ اسے یوں ساکت دیکھ کر انس تھوڑا مایوس ہوا تھا۔

"کیا ہوا۔ میں نے کچھ غلط کہا ہے؟"

شبنم نے بے ساختہ سر نفی میں ہلایا۔ "میں سن کر حیران ہوئی ہوں' کیونکہ ایسا تو میں نے سوچا ہی نہیں تھا؟"

"تو اب سوچ لو۔"

انس نے جیسے مطمئن ہو کر کہا۔ "سوچنا' مجھے نہیں' کسی اور کو ہے اور مجھے لگتا ہے وہ نہیں مانے گی۔"

"کیوں؟" انس زور سے بولا۔ "کیا وہ کسی اور کو پسند کرتی ہے۔ میرا مطلب ہے کہ کہیں وہ تمہارے دیور کو تو پسند نہیں کرتی۔" انس کے ماتھے پر پڑنے والے بل بڑے بے ساختہ تھے۔

"ایسی بات نہیں انس! تائی جی کی باتوں کا سب سے زیادہ اثر اسی نے لیا تھا۔ وہ آج تک تایا جی کے سوا کسی کو معاف نہیں کر سکی۔"

"لیکن ان سب میں میرا کیا قصور؟" وہ لاچاری سے بولا۔

"قصور تو کسی کا بھی نہیں' لیکن یہ تمہیں اچانک کیا سوجھی؟" بات کرتے کرتے شبنم نے شرارت سے پوچھا۔

"اچانک نہیں سوجھی' بچپن سے نظر رکھ کر بیٹھا ہوں۔" وہ بھی اسی طرح شرارت سے بولا۔ "تم لوگوں کی وجہ سے میرا کام بھی اٹک گیا۔" آخر میں وہ منہ بنا کر بولا۔

"تم نے گھر میں بات کی؟" شبنم نے جیسے اچانک یاد آنے پر پوچھا۔

"ابھی نہیں۔" وہ اپنے موبائل کو گھماتے ہوئے بولا۔

"تمہیں کیا لگتا ہے تائی جی مان جائیں گی؟"

"ان کو تو میں منالوں گا۔ ویسے بھی مجھے لگتا ہے نیہا والے حادثے کے بعد انہیں کافی کچھ سمجھ میں آگیا ہوگا۔

تم پہلے اپنے گھر میں تو بات کرو۔ سنبل سے پوچھو۔" انس نے کہا۔

"مجھے نہیں لگتا۔ امی' ابو کوئی اعتراض کریں گے اور جہاں تک سنبل کی بات ہے۔ میرے خیال میں وہ

بہت خوش قسمت ہوگی' اگر ایسا ہوجائے تو۔۔۔" شبنم نے مسکرا کر کہا تو وہ بھی جیسے کھل کر مسکرایا تھا۔

"اب چلتا ہوں۔ ضروری کام سے جانا ہے۔" وہ کھڑے ہوتے ہوئے بولا۔ "اگر تم کہو تو میں دوبارہ زبیر بھائی سے بات کروں؟"

"نہیں انس! اس طرح بات اور بگڑ جائے گی۔ میں نہیں چاہتی' زبیر تم سے کوئی بدلحاظی کریں۔ میں خود ان سے بات کرلوں گی۔"

"شیور!" انس نے ابرو اچکا کر پوچھا۔

"ہاں۔۔۔" شبنم نے مسکرا کر اس کی تسلی کروائی۔

☆ ☆ ☆

"شبنم!" شکیلہ اسے آواز دیتے ہوئے ہانپتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئیں۔

"کیا ہوا امی! خیریت۔۔۔" وہ گھبرا کر کھڑی ہوئی۔

"تمہاری ساس کا فون آیا تھا۔" شبنم کھڑی کی کھڑی رہ گئی۔

"وہ کامران اور سنبل کے رشتے کی بات کررہی تھیں اور کہہ رہی تھیں تمہیں کہہ کر بھیجا تھا۔"

شبنم نے گہرا سانس لیا۔ "جی کہا تھا۔" وہ سر جھکا کر بولی۔

"تو تم نے بتایا کیوں نہیں؟" شبنم نے ایک لمحہ رک کر اپنی ماں کا چہرہ دیکھا۔

"مجھے یہ اتنا ضروری نہیں لگا امی! لیکن جو ضروری ہے' وہ ضرور بتاؤں گی۔" شکیلہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگیں۔

"انس سنبل سے شادی کرنا چاہتا ہے۔"

"کیا۔۔۔" جہاں شکیلہ کے منہ سے نکلا وہیں اندر آتی سنبل حیرت کے مارے وہیں رک گئی۔

"تم سے انس نے کہا ہے؟" شکیلہ نے بے یقینی سے پوچھا۔

"جی اس نے خود مجھ سے کہا ہے۔"

"اور وہ کامران' تمہارے سسرال کا معاملہ ہے۔"

شکیلہ تذبذب کا شکار نظر آرہی تھیں۔

"امی! آپ یہ کیوں نہیں دیکھ رہیں۔ یہ سنبل کی زندگی کا معاملہ ہے۔ کامران لاسٹ چوائس ہے میرے نزدیک۔ انس ہر لحاظ سے سنبل کے لیے بہتر ہے۔ وہ سنبل کو بہت پسند کرتا ہے اور اسے بہت خوش رکھے گا۔"

شکیلہ مسکرائی تھیں اس سے پہلے وہ کچھ کہتیں سنبل تیزی سے اندر داخل ہوئی تھی۔

"میرے لیے کون بہتر ہے اور میں کس کے ساتھ خوش رہ سکتی ہوں۔ اس کا فیصلہ مجھے کرنے دیں۔"

شکیلہ اور شبنم نے حیرانی سے اس کا سرخ ہوتا چہرہ دیکھا۔

"اگر انس بھائی نے کہہ دیا کہ وہ مجھ سے شادی کرنا چاہتے ہیں تو کیا اس کا مطلب ہے کہ انہیں ہاں ہی کردی جائے۔ کیا وہ دنیا کے آخری انسان ہیں کہ اگر ان سے میری شادی نہ ہوئی تو کسی اور سے نہیں ہوگی۔ میری تو یہ سمجھ میں نہیں آرہا ان کی جرات کیسے ہوئی میرے بارے میں ایسا سوچنے کی۔" وہ مٹھیاں بھینچ کر بولی۔

"ان سے شادی کرنے سے بہتر ہے۔ میں کنواری مرجاؤں۔"

"بکواس بند کرو سنبل!" شکیلہ غصے سے بولیں۔

"ذرا اس لڑکی کی زبان میں لگام نہیں۔"

"کیا خرابی ہے انس میں؟" شبنم نے ناراضی سے پوچھا۔

"یہ خرابی کم ہے کہ وہ تائی جی کے بیٹے اور دلاور بھائی کے بھائی ہیں اور کیا گارنٹی ہے کہ وہ دھوکا نہیں کریں گے۔ آپ کی بھی تو منگنی ہوئی تھی۔ کیا ہوا۔ آپ کے احساسات کی پروا کیے بغیر جھوٹے الزامات لگا کر کتنا ذلیل کیا۔ تو وہ بھی اسی فیملی کا حصہ ہیں۔"

"وہ ان سب سے بہت مختلف ہے سنبل!" شبنم نے پیار سے اسے پکارا۔

"باجی! میں شبنم نہیں جو چپ چاپ سب برداشت

بھی کرلوں اور بھول بھی جاؤں۔ میں کوئی بے عزتی' کوئی الزام برداشت نہیں کرسکتی۔"

"ضروری نہیں سنبل! جو میرے ساتھ ہوا' وہ تمہارے ساتھ بھی ہو۔ انس' دلاور سے مختلف ہے' اگر اس نے کہا ہے وہ تمہیں چاہتا ہے' تم سے شادی کرنا چاہتا ہے تو وہ اس بات کو نبھائے گا بھی اور امی آپ چپ کیوں ہیں' سمجھائیں اسے۔" آخر میں شبنم نے زچ ہو کر ماں کو پکارا۔

"میں نے اس کی بکواس سن لی ہے' لیکن اس کے کہنے سے کیا ہوتا ہے' ہونا وہی ہے جو اس کے ابو فیصلہ کریں گے۔" وہ حتمی انداز میں کہہ کر اٹھ گئیں' جبکہ اپنی بے بسی پر سنبل کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے۔

☆ ☆ ☆

"پھر تم نے کیا سوچا ہے انس؟"

انس نے ٹی وی سے نظریں ہٹا کر امینہ کی طرف دیکھا۔ "کس بارے میں امی؟"

"ارے بابا شادی کے بارے میں' میں نے تمہیں عروسہ کی تصویر دکھائی تھی نا۔"

"امی! اتنی جلدی کس بات کی ہے؟"

اب کے واجد صاحب نے اس کا چہرہ دیکھا۔ "اگر تمہیں کوئی پسند ہے تو وہ بتادو۔" انس نے مسکرا کر باپ کو دیکھا۔ امینہ بیگم نے ناگواری سے پہلو بدلا' لیکن مصلحت کے تحت خاموش رہیں۔

"ایک لڑکی پسند تو ہے مجھے۔" اس کے کہنے پر بے نیازی سے فون دیکھتا۔ دلاور بھی اسے دیکھنے لگا۔

"تب ہی۔۔۔" واجد صاحب کہہ کر مسکرائے۔

"کون ہے؟" دلاور نے اشتیاق سے پوچھا تو انس نے باری باری سب کی شکل دیکھی۔

"سنبل!" یہ نام ان تینوں کے سر پر دھماکے کی طرح پھٹا تھا۔

"دماغ تو خراب نہیں ہوگیا تمہارا۔"

"دماغ خراب ہونے والی کیا بات ہے' میرے نزدیک تو اس کا فیصلہ بہت اچھا ہے۔ سنبل بہت اچھی لڑکی ہے۔" "اس کے بجائے دلاور نے جواب دیا تھا۔

"جو میں نے شبنم کے ساتھ کیا۔ تمہیں کیا لگتا ہے کہ راشد اب ہمیں رشتہ دے گا۔ نہیں' الٹا بے عزت کرے گا اور مجھ میں اب بے عزتی کروانے کی ہمت نہیں۔" ان کے دوٹوک انداز پر دلاور نے بھائی کا اترا چہرہ دیکھ کر باپ کو بھی بحث میں گھسیٹا۔

"آپ کچھ کیوں نہیں بولتے ابو!"

"میں کیا بولوں؟ میری تو خواہش تھی۔ میری دونوں بھتیجیاں میری بہو بنتیں' لیکن تمہاری اور تمہاری ماں کی ہٹ دھرمی نے مجھے میرے بھائی کے سامنے نظریں اٹھانے کے قابل نہیں چھوڑا' میں تو اب بات نہیں کروں گا' تمہاری ماں نے غلطی کی تھی۔ اسی کو سدھارنی ہوگی۔"

انہوں نے گیند امینہ کے کورٹ میں ڈال دی۔ انس نے افسوس سے واجد صاحب کو دیکھا۔ اس سے پہلے وہ کوئی بات کرتا گھنٹی بجی تھی۔ وہ کچھ کہے بغیر اٹھ کر باہر آگیا اور گیٹ پر کھڑی سنبل کو دیکھ کر وہ حیران ہونے کے ساتھ پریشان بھی ہوا تھا۔ کیونکہ اس کا چہرہ کچھ گڑبڑ کی طرف اشارہ کررہا تھا۔

"اندر آؤ سنبل!" انس نے نرمی سے کہہ کر اسے اندر آنے کا راستہ دیا' وہ گیٹ کے اندر آگئی' لیکن آگے نہیں بڑھی۔

"میں یہاں بیٹھنے نہیں آئی۔ صرف ایک بات کلیئر کرنے آئی ہوں کہ میں آپ سے شادی نہیں کرنا چاہتی اور چاہتی ہوں آپ یہ بات دوبارہ نہ دہرائیں میرے امی' ابو کے سامنے' کیونکہ میں ان کے سامنے بھی انکار کروں گی لیکن میں ان کی نظر میں برا بن کر انہیں تکلیف نہیں دینا چاہتی۔"

"وجہ پوچھ سکتا ہوں اس انکار کی؟" انس کے چہرے پر پھیلی سنجیدگی مزید گمبھیر ہوگئی تھی۔

"وجہ کیا آپ کو نہیں پتا۔ کیا' کیا تھا تائی جی اور دلاور بھائی نے باجی کے ساتھ۔ وہ ان باتوں کو نظرانداز

کر چکی ہیں یا بھول چکی ہیں، لیکن میں بالکل برداشت نہیں کر سکتی کہ مجھ پر کوئی الزام لگے۔"

"کوئی کیوں لگائے گا تم پر الزام؟" انس نے اسے سمجھانا چاہا۔

"آپ کی امی، جب آپ میرا نام لیں گے تو یقیناً" ان کو اچھا نہیں لگے گا اور وہ کوئی بڑا سا ایشو بنا کر مجھے سارے خاندان میں بدنام کر دیں گی اور میں ایسا بالکل برداشت نہیں کر سکتی اور ویسے بھی باجی کے دیور کا پروپوزل بھی موجود ہے اور مجھے آپ کی نسبت وہی بہتر لگ رہا ہے، کم از کم وہ لوگ آپ لوگوں کی طرح لالچی اور دھوکے باز تو نہیں۔"

انس نے کوئی جواب نہیں دیا تھا، پر اس کے ہونٹ بھنچ گئے تھے۔ اسے پتا تھا سنبل تھوڑا اعتراض ضرور کرے گی، لیکن یوں اس کے جذبات کی ناقدری کرے گی۔ اس کی محبت پر کسی اور کو ترجیح دے گی۔ یہ اسے بالکل اندازہ نہیں تھا۔ وہ چلی گئی تھی، جبکہ وہ کتنی دیر تک ہل نہیں سکا، جب وہ مڑا تو دلاور کو کھڑا دیکھ کر چونک گیا اور اس کے قریب سے تیزی سے گزر گیا، جبکہ دلاور شدید پشیمانی کے احساس میں گر گیا تھا۔ اس کی وجہ سے اس کے اپنے کتنی تکلیف میں آ گئے تھے۔

☆ ☆ ☆

بھڑاس نکالنے کے بعد رات سے سلگتا اس کا دماغ پُرسکون ہو گیا تھا۔ وہ گنگناتی ہوئی گھر میں داخل ہوئی، لیکن آگے کا منظر اسے ڈرانے کے لیے کافی تھا۔ راشد صاحب صوفے پر لیٹے تھے، جبکہ پاس بیٹھی شکیلہ اور شبنم رو رہی تھیں۔ وہ گھبرا کر آگے بڑھی۔

"ابو پلیز، آپ پریشان نہ ہوں۔" شبنم ان کا ہاتھ تھامے انہیں تسلی دے رہی تھی۔

"اتنی بڑی بات ہو گئی شبنم اور تم نے ہم سے ذکر تک نہیں کیا۔"

"میں کیا بتاتی ابو! میں آپ کو پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔"

"بیٹا! پریشانی تو زیادہ ہو گئی ہے۔ زبیر نے دس لاکھ روپے مانگے ہیں۔" سنبل نے بے ساختہ دیوار کا سہارا لیا۔ "میں نے کتنا سمجھایا۔ اپنی مجبوری بتائی، لیکن وہ کچھ سمجھنے کو تیار نہیں تھا۔ مجھے اندازہ ہی نہیں تھا، وہ اتنا لالچی ہے۔"

"ابو! آپ زبیر کو ان کے حال پر چھوڑ دیں۔ وہ خود ہی مان جائیں گے، کیونکہ ان کی مانگ ناجائز ہے، اگر قابل قبول ہوتی تو میں خود آپ سے کہتی۔" اس نے خود کو مضبوط کر کے باپ کو تسلی دی۔ "بات اتنی چھوٹی نہیں میری بچی اس کے دماغ میں خناس بھرا ہے۔ مجھے دھمکی دے رہا تھا۔ اگر میں نے رقم نہ دی تو وہ طلاق بھیج دے گا اور سفیان کو بھی لے لے گا۔"

واجد صاحب کہتے ہوئے رو پڑے تھے، جبکہ شبنم کے دل پر ہاتھ پڑا تھا۔ پاس کھڑی سنبل کو تو یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ جو اس نے سنا وہ سچ ہے۔ اس کے سامنے انس کا چہرہ آ گیا، کیسے اس نے زبیر کی مثال دے کر کہا تھا کہ وہ لالچی ہے۔ زبیر کے گھر والے نہیں۔

"آپ کچھ کریں راشد!" شکیلہ کے کہنے پر وہ بے بسی سے انہیں دیکھنے لگے اور پھر چونک کر سیدھے ہوئے۔

"میں انس سے بات کرتا ہوں۔"

"ہاں انس کو فون کریں۔" شکیلہ نے بھی آنسو صاف کرتے ہوئے تائید کی تو وہ انس کا نمبر ملانے لگے، لیکن اگلے ہی پل مایوس ہو کر موبائل رکھ دیا۔

"اس کا فون بند جا رہا ہے۔" ان کے کہنے پر سنبل ہونٹ چبانے لگی۔

"آپ گھر چلے جائیں نا!" شکیلہ کے کہنے پر وہ سر ہلا کر کھڑے ہو گئے اور سنبل خاموش بیٹھی شبنم کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔

☆ ☆ ☆

کبھی کبھی انسان کے بولے بڑے بول اس کے آگے آ جاتے ہیں۔ اسی لیے کہتے ہیں کسی کے دکھ پر خوشی کا اظہار نہ کرو۔

سنبل روتے ہوئے اپنی بہن کے سفید چہرے اور بند پپوٹوں کو دیکھ رہی تھی۔ دلاور کی طلاق پر وہ یہ کہہ کر خوش ہوئی تھی کہ اسے سزا ملی ہے اور آج صبح ڈاک سے اس کی بہن کو طلاق کے کاغذات ملے تھے۔ تب سے وہ صدمے کے زیر اثر بے ہوش تھی اور جب اپنوں کو تکلیف پہنچتی ہے تب انسان کو اس تکلیف کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس کی بہن اتنے سالوں سے اتنا کچھ برداشت کررہی تھی' اسے اندازہ ہی نہیں تھا۔

شبنم کے حرکت کرنے پر وہ تیزی سے اٹھ کر اس کے قریب آئی تھی۔ شبنم نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔

"کیسی طبیعت ہے؟" سنبل کے پوچھنے پر وہ کتنی دیر خالی خالی نظروں سے اسے دیکھتی رہی اور پھر یاد آنے پر آنکھیں یکایک پانی سے بھرنے لگیں۔

"باجی! پلیز باجی روئیں نہیں۔" سنبل نے روتے ہوئے شبنم کے آنسو صاف کیے۔

"سفیان!" اس نے ایک دم متوحش ہو کر اپنے چاروں طرف دیکھا۔

"وہ تایا جی کے گھر ہے۔ دلاور بھائی اسے لے گئے ہیں۔"

"وہ اسے لینے تو نہیں آئے۔" یقیناً" شبنم کا اشارہ زبیر کی طرف تھا۔

"نہیں' انس بھائی نے ان سے کسٹڈی لے لی ہے۔" شبنم بے یقینی سے دیکھتی رہی۔

"کتنے پیسے مانگے تھے اس نے؟" سنبل نے چونک کر شبنم کو دیکھا' کیونکہ یہ تو شبنم کو نہیں پتا تھا کہ زبیر نے پیسے لے کر سفیان کی کسٹڈی دی ہے۔

"بولو سنبل!"

"پانچ لاکھ!" سنبل کے دھیرے سے بتانے پر شبنم نے آہ بھری۔

"ابو نے کہاں سے دیے؟"

"ابو نے نہیں' انس بھائی نے دیے ہیں۔" بتاتے ہوئے سنبل شرمندہ تھی۔

انس روز شبنم سے ملنے آتا وہ سب سے بات کرتا سوائے اس کے اور تو اور تائی جی بھی سب بھلا کر شبنم سے ملنے آئی تھیں اور وہ سب کے رویے دیکھ کر اپنے رویے پر پچھتا رہی تھی۔

☼ ☼ ☼

شبنم کی عدت پوری ہوتے ہی دلاور' تایا جی اور تائی جی آئے تھے۔ آتے تو وہ اب روز تھے لیکن اس دن وہ خاص مقصد سے آئے تھے۔ وہ شبنم کا ہاتھ مانگنے آئے تھے دلاور کے لیے۔

راشد اور شکیلہ پر تو شادی مرگ کی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔ انہوں نے سوچ لیا تھا کہ شبنم کا مستقبل تاریک ہو چکا ہے۔ ایک بچے کے ساتھ کون اسے اپنائے گا۔ پر یہاں تو معجزہ ہو گیا تھا۔ لیکن اس بار جب سب راضی تھے تو شبنم نے انکار کر دیا۔

سب اسے سمجھا سمجھا کر تھک گئے تھے۔ حتیٰ کہ منانے والوں میں سنبل سب سے آگے تھی وہ جو دلاور کے اتنے خلاف تھی۔ وہ دلاور کی تعریف میں زمین

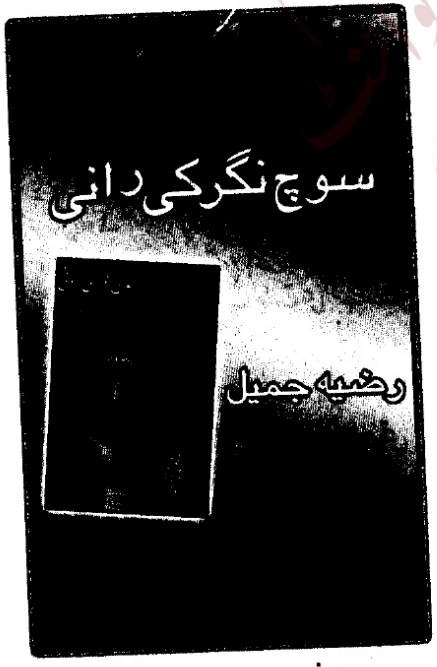

آسمان ایک کر رہی تھی، لیکن وہ کچھ سن اور مان نہیں رہی تھی۔

انس پاکستان میں نہیں تھا۔ ابھی کچھ دیر پہلے دلاور آیا تھا، وہ کتنی دیر بیٹھ کر شبنم کو سمجھاتا رہا، اپنی محبت اور وفاداری کا یقین دلاتا رہا۔ اس کچھ عرصے میں سفیان بھی دلاور اور نائی جی سے کافی ہل گیا تھا۔ سنبل کتنی بار بہانے بہانے سے کمرے کے گرد چکر لگا چکی تھی اور تھوڑی دیر بعد دلاور مایوس باہر آیا۔

"دلاور بھائی!" سنبل اس کے پیچھے آئی تھی۔

"آپ انس بھائی سے کہیں، باجی ان کی بات نہیں ٹالیں گی۔"

دلاور نے سر ہلایا اور غور سے اسے دیکھا۔

"اور دلاور بھائی! میری کوئی بات آپ کو بری لگی ہو تو مجھے معاف کردیں۔"

"سنبل!" دلاور نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

"تم مجھے چھوٹی بہن کی طرح عزیز ہو، بلکہ اس سے بھی زیادہ اور انس کے حوالے سے ہم سب کو تم سے بہت پیار ہے۔ ہم سب کی خواہش ہے، انس کی دلہن تم بنو۔ میں نے ایک غلطی کی تھی۔ سزا آج تک بھگت رہا ہوں۔ قسمت ہر ایک کو موقع نہیں دیتی۔ وقت ابھی تمہارے ہاتھ میں ہے۔ ہماری غلطی کی سزا انس کو یا خود کو نہ دو۔ محبت ہر ایک کا نصیب نہیں ہوتی۔ سمجھ رہی ہو نا۔"

دلاور نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر پوچھا تو اس نے جھکے سر کو ہلایا اور اس کے جاتے ہی لب سے روکے آنسوؤں کو بہنے دیا تھا۔

☆ ☆ ☆

پورے ایک ماہ بعد وہ آیا تھا۔ دروازہ اس نے ہی کھولا تھا۔ ایک نظر اسے دیکھ کر وہ اندر بڑھ گیا۔ وہ سیدھا شبنم کے کمرے میں گیا تھا۔ باہر وہ اور شکیلہ جلے پیر کی بلی طرح گھوم رہی تھیں اور پورے ایک گھنٹے بعد وہ مسکراتا ہوا باہر نکلا تھا۔

"مبارک ہو چچی! لڑکی مان گئی ہے۔ تین دن بعد ہم اپنی امانت لے جائیں گے۔ نکاح سادگی سے ہوگا۔ باقی ولیمہ ہم دھوم دھام سے کریں گے۔"

شکیلہ ایک دم انس کے ساتھ لگ کر رونے لگی تھیں۔

"میں کن لفظوں میں انس تمہارے احسانات کا شکریہ ادا کروں؟"

"چچی بیٹوں کا شکریہ ادا نہیں کیا جاتا، انہیں دعائیں دی جاتی ہیں۔ مجھے آپ کی دعاؤں کی ضرورت ہے۔ چلتا ہوں۔ ابھی تیاریاں بھی کرنی ہیں اور امی، ابو اور خاص طور پر دلاور کو خوش خبری سنانی ہے۔" وہ بتاتے ہوئے خود زیادہ خوش لگ رہا تھا۔ سنبل کب سے پاس کھڑی اسے دیکھ رہی تھی۔ لیکن اس نے ایک بار بھی اس پر نظر نہیں ڈالی تھی۔ وہ تیزی سے مڑ گیا اور اس کے اچانک مڑنے پر وہ جلدی سے اس کے پیچھے آئی تھی۔

"انس بھائی!" اس کے پکارنے پر وہ رک گیا تھا، لیکن مڑا نہیں۔

"آپ مجھ سے ناراض ہیں۔" وہ انگلیاں مسلتے ہوئے آنکھیں جھکائے اس کے سامنے کھڑی ہو گئی۔

"نہیں۔" کچھ دیر بعد وہ بولا اور مزید کچھ کہے باہر نکل گیا۔ جبکہ معافی کے لیے الفاظ اس کے منہ میں ہی رہ گئے۔ وہ کتنی دیر دھندلی نظروں سے دروازے کی چوکھٹ دیکھتی رہی۔

☆ ☆ ☆

"مجھے ابھی شادی نہیں کرنی امی!" وہ بے حد جھنجلا کر بولی تھی۔ شکیلہ نے ناراضی سے اس کا چہرہ دیکھا۔

"ابھی نہیں کرنی تو کب کرنی ہے۔ جب عمر نکل جائے گی۔ اتنا اچھا رشتہ ہے۔ لڑکا بینک میں ہے۔ چھوٹی سی فیملی ہے۔"

"پلیز امی!" وہ عاجز آ کر بولی۔

"سنبل! مسئلہ کیا ہے تمہارے ساتھ۔ انس کا رشتہ ہمیں پسند تھا۔ اپنا بچہ۔ وہاں بھی تم نے اپنی مرضی کی۔ جو باتیں ہوئی تھیں۔ تمہیں سمجھایا بھی تھا۔ اللہ کی مرضی سے سب ہوتا ہے۔ پر نہیں' منہ پھٹ تو تم سدا کی ہو۔ سب خراب کردیا۔ کتنی چاہت تھی انس کو۔ میں شروع سے سمجھتی تھی۔ تمہاری بدتمیزی' بدلحاظی وہی برداشت کرتا تھا' ورنہ سوچو۔ کون برداشت کرتا ہے۔ خود میں تمہاری سگی ماں تمہاری کاہلی اور منہ پھٹ عادت سے عاجز ہوں۔ پر یہ انس کی محبت تھی اور میں بھی وقت کے انتظار میں تھی۔ پر شبنم والے واقعے کے بعد مجھے لگا۔ سب ختم ہوگیا۔ انس کبھی باہر چلا گیا' لیکن جب آیا تب بھی اس بچے کی نیت نیک تھی' اس کی محبت سب کو نظر آتی تھی' سوائے تمہارے۔"

انہوں نے دانت پیسے جیسے غصہ دبا رہی ہوں۔ سنبل کے آنسو نکل آئے۔

"میری سمجھ میں نہیں آرہا اب تم کس بنا پر انکار کررہی ہو؟ جو حرکت تم نے کی' اس کے منہ پر اتنی دیدہ دلیری سے نہ کرکے آئی ہو۔ تمہیں کیا لگتا ہے وہ اب تمہارا رشتہ مانگے گا۔"

سنبل آنسو بھری نظروں میں حیرت لیے ماں کو دیکھنے لگی۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو۔ مجھے شبنم نے بتایا۔ اسے دلاور نے بتایا تھا۔ کیسے تم انس کی بے عزتی کرکے آئی تھیں' کیا کہہ کر آئی تھیں کامران اس سے بہتر ہے۔ ڈوب مرو سنبل!" آخر میں وہ طیش سے بولیں۔

"دلاور کی وجہ سے تم نے کیا نا کہ دلاور نے شبنم کو چھوڑ دیا تو اب کیا کہو گی۔ شبنم آج دلاور کی بیوی ہے' وہی تائی جو باتیں کرتی تھیں' آج اسے پلکوں پر بٹھاتی ہیں۔ شبنم کی قسمت وہیں لکھی تھی۔ دیکھو آج وہ اس گھر پر اور ان کے دلوں پر راج کررہی ہے۔ اسے سنجوگ کہتے ہیں۔ شبنم نے صبر کیا اور اسے صلہ مل گیا۔ تم نے بے صبری کا مظاہرہ کیا اور نتیجہ تمہارے سامنے ہے۔ تمہاری تائی انس کا رشتہ ڈھونڈ رہی ہیں افسوس ہوتا ہے مجھے۔ اپنی بے وقوفی کی وجہ سے تم ہیرے جیسے انس کو گنوا دیا۔" سنبل کے دل پر جیسے گھونسا لگا تھا۔ اس کے آنسوؤں میں روانی آگئی۔ اس کے آنسو دیکھ کر شکیلہ نے ہونٹ سختی سے بھینچ لیے' وہ جانتی تھیں۔ ان کی بیٹی پچھتا رہی ہے۔

☆ ☆ ☆

سنبل کب سے شبنم کا چہرہ دیکھ رہی تھی جو چند مہینوں میں کتنی نکھر گئی تھی۔ دھیمے سے مسکرانے والی شبنم کے قہقہے دوسروں کو مسکرانے پر مجبور کردیتے تھے۔ ماں کو لائے ہوئے گفٹ دینے کے بعد اس نے سنبل کو دیکھا تو ٹھٹک گئی۔

"یہ تمہیں کیا ہوا ہے۔ چہرہ اتنا مرجھایا ہوا کیوں ہے؟"

"کچھ نہیں باجی' ایسے ہی۔" اس نے مسکرا کر چہرہ جھکا لیا۔ "آپ بتائیں' دبئی کا وزٹ کیسا رہا۔"

وہ ایک ماہ کے لیے دلاور اور سفیان کے ساتھ دبئی گئی تھی۔

"زبردست... بہت انجوائے کیا۔ خاص طور پر سفیان نے۔ ان دونوں باپ بیٹے نے مجھے گھما کے رکھ دیا تھا۔" بات کا اختتام قہقہے پر ہوا تو سنبل مسکرا دی۔

"یہ میں تمہارے لیے لائی ہوں۔" شبنم نے میک اپ کٹ' پرفیوم' ہینڈ بیگ اس کی طرف بڑھائے "اور یہ دلاور نے تمہارے لیے چاکلیٹ لیے تھے۔ تمہیں پسند ہیں نا۔" اس نے پھیکی مسکراہٹ کے ساتھ وہ پیکٹ تھام لیے۔

☆ ☆ ☆

وہ بڑی بے دلی سے تیار ہوئی تھی۔ اس کا جانے کا بالکل موڈ نہیں تھا۔ پر حمیرا اس کی بیسٹ فرینڈ تھی۔ کم از کم ایک فنکشن میں اسے جانا ہی تھا۔ وہ گفٹ اور کلچ تھام کر باہر آگئی۔

"امی! میں تایا جی کی طرف جارہی ہوں۔ دلاور بھائی مجھے چھوڑ آئیں گے۔"

وہ کچن میں کام کرتی شکیلہ سے کہہ کر باہر نکل آئی۔ چھوٹی ہیل کی وجہ سے وہ آرام سے چلتی ہوئی لاؤنج کی طرف بڑھنے لگی' اندر سے آتی آوازوں سے اسے اندازہ ہو رہا تھا۔ سب اندر ہیں۔ اندر داخل ہوتے ہی اس نے سلام کیا تھا۔

"ارے یہ چاند کہاں سے نکلا ہے؟" اسے دیکھتے ہی دلاور بھائی چہکے تو وہ مسکرا کر آگے بڑھی۔

"بھئی... میں نے بھی نہیں پہچانا۔ یہ پیاری سی لڑکی کون ہے۔"

"تایا جی!" واجد صاحب کے کہنے پر وہ جھینپ کر ان کی طرف مڑی اور پھر ساکت ہو گئی۔ وہ ان کے ساتھ صوفے پر ہی بیٹھا تھا۔ اس کو تو یہی پتا تھا کہ انس ملائیشیا گیا ہوا ہے۔

"یہ کب آئے؟" اس نے خود سے سوال کیا تھا۔ اس کے یوں دیکھنے پر اس نے نظروں کا زاویہ بدل لیا تو وہ گڑبڑا کر امینہ کے پاس بیٹھ گئی۔ اور کنفیوز ہو کر اپنی انگلیاں مسلنے لگی۔ امینہ نے بغور اس کی یہ حرکت دیکھی اور پیار سے اسے ساتھ لگا لیا۔

"ہماری یہ بیٹی شروع سے ہی بہت پیاری ہے اور بار بار کہہ کر میری بیٹی کو نظر نہ لگایا کرو۔" وہ دلاور سے کہہ رہی تھیں۔

"تائی جی! باجی کہاں ہیں؟" اس نے دھیان بٹانے کے لیے پوچھا۔

"کچن میں ہے۔"

"میں ان سے مل آؤں۔" اسے وہاں سے ہٹنے کا بہانا چاہیے تھا جو اسے مل گیا تھا۔

"ارے سنبل! ماشاء اللہ بہت پیاری لگ رہی ہو۔" شبنم... اسے دیکھ کر بے ساختہ بولی۔

"آپ کیا بنا رہی ہیں؟" اس نے شیلف پر پھیلی چیزوں کو دیکھ کر پوچھا۔

"ہاں... وہ انس کی آسٹریلیا میں کولیگ تھی۔ وہ آ رہی ہے۔ اس کے لیے یہ اہتمام ہو رہا ہے اور ویسے بھی مجھے لگتا ہے۔ انس اس میں انٹرسٹڈ ہے۔"

اور کھیرے کا قتلہ اٹھاتا اس کا ہاتھ وہیں رک گیا۔

شبنم نے بغور اس کا اترا چہرہ دیکھا۔

"رونا نہیں۔ کاجل پھیل جائے گا۔" اس کے رونے کا پروگرام دیکھ کر شبنم نے بے ساختہ ٹوکا تھا۔

"سنبل! میں کب سے تمہاری حالت دیکھ رہی ہوں۔ تمہارا مسئلہ سمجھ رہی ہوں اور انس سے بات کر کے حل بھی کر سکتی ہوں۔ لیکن غلطی تمہاری ہے۔ سدھارنا بھی تمہیں ہو گئی۔ اس کا دل تم نے دکھایا ہے تو معافی بھی تمہیں مانگنی ہو گی۔"

"باجی میں معافی مانگنے کو تیار ہوں' پر وہ مجھے موقع تو دیں۔ وہ تو مجھ سے زیادہ ہی ناراض ہو گئے ہیں' مجھے نہیں لگتا۔ وہ مجھے معاف کریں گے۔"

شبنم نے مسکرا کر اپنی بہن کی پریشانی دیکھی۔

"تم کہہ کر تو دیکھو' وہ اپنے کمرے میں ہو گا' جاؤ۔"

سنبل نے گھبرا کر شبنم کو دیکھا۔

"میں کیا کروں جا کر!"

"بات کرو جا کر۔"

"میں!" وہ ہکلائی۔

"ہاں تم اور یہ چائے بھی اسے دے آؤ۔" شبنم نے اسے کپ بھی تھما دیا تو وہ بوکھلا کر اس کا منہ دیکھنے لگی۔

دروازہ ہلکے سے بجا کر وہ اندر آ گئی۔ بیڈ پر نیم دراز وہ ٹی وی دیکھ رہا تھا۔ اس پر نظر پڑتے ہی وہ تیزی سے سیدھا ہوا۔ اس کی نظروں میں تعجب دیکھ کر سنبل' مزید گڑبڑا گئی۔

"یہ باجی نے دیا ہے۔" اس نے کپ یوں آگے کیا جیسے یہی دینے آئی تھی۔

"تھینکس..." اس نے ایک نظر اسے دیکھ کر کپ تھام لیا۔

"کچھ کہنا ہے؟" اسے یونہی کھڑا دیکھ کر انس کو پوچھنا پڑا۔ اس نے سر نفی میں ہلایا۔

"تو کچھ پوچھنا ہے۔" اب کی بار سنبل نے سیدھا اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

"آپ نے مجھ سے کہا تھا نا کہ آپ مجھ سے ناراض نہیں ہو سکتے۔"

انس نے ابرو اچکا کر اسے دیکھا۔
"تو پھر آپ میرے ساتھ ایسا کیسے کر سکتے ہیں۔" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ انس نے الجھ کر دیکھا اور کھڑا ہو گیا۔
"میں نے کیا کیا ہے؟"
"آپ کسی اور سے شادی کیسے کر سکتے ہیں۔"
"میں!" انس سینے پر انگلی رکھ کر بولا۔
"جی آپ... باجی نے مجھے بتایا آپ اپنی کولیگ میں انٹرسٹڈ ہیں۔ امی نے بھی کہا۔ تائی جی آپ کے لیے لڑکی ڈھونڈ رہی ہیں۔ میں پوچھ سکتی ہوں کیوں؟"
اب اس کا رونا غصے میں بدل رہا تھا۔ انس چلتا ہوا سیدھا اس کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا۔
"وہ اس لیے کیونکہ تم نے منع کیا تھا' تم مجھے پسند نہیں کرتیں۔ تمہارے نزدیک کامران مجھ سے زیادہ اچھا ہے۔ میرے گھر والے میں جھوٹے' لالچی' دھوکے باز ہیں۔"
وہ اسی کے الفاظ اسے لوٹا رہا تھا جو باتیں بولتے ہوئے اسے تکلیف نہیں ہوئی تھی۔ وہ سنتے ہوئے اسے بہت تکلیف ہو رہی تھی۔ یقیناً انس کو بھی اتنی ہی ہوئی ہوگی۔ اپنی شرمندگی مٹانے کے لیے اس کے پاس الفاظ نہیں تھے۔ غلطی واقعی اس کی تھی۔ وہ صرف رو سکتی تھی اور رو رہی تھی۔
"سنبل! اب اس طرح رونے کا کیا مطلب ہے۔" وہ تھوڑا جھنجلا کر بولا۔
"اچھا... رونا بند کرو۔" کہنے کے ساتھ اس نے اس کے آنسو بھی صاف کر دیے۔
"تم بتاؤ' میں کیا کروں؟"
"آپ کسی سے بھی شادی نہیں کر سکتے۔" وہ ضدی انداز میں بولی۔
"کسی سے بھی نہیں۔" انس نے زیر لب مسکراتے ہوئے شرارت سے پوچھا۔
"میرے سوا آپ کسی سے شادی نہیں کر سکتے۔" وہ غصے میں تیزی سے بول گئی۔ اندازہ تب ہوا جب انس قہقہہ لگا کر ہنسا تھا۔ اپنی بے اختیاری پر سنبل کا چہرہ سرخ پڑ گیا تھا۔
"سوچا تھا اتنی جلدی تمہیں معاف نہیں کروں گا' تم نے مجھے کافی ہرٹ کیا ہے۔ لیکن یہ جو دل ہے نا' یہ تم سے ناراض نہیں ہو سکتا اور نہ تمہیں دکھی دیکھ سکتا ہے۔"
سنبل نے بڑے فخر سے اپنے سامنے کھڑے اس شان دار شخص کو دیکھا۔
"میں آپ کو آئندہ کبھی شکایت کا موقع نہیں دوں گی۔"
"پکی بات ہے۔" انس نے جیسے گارنٹی چاہی۔
"جو کہوں گا مانو گی۔" سنبل نے سر ہلایا۔
"تو چلو۔" وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر بولا۔
"کہاں؟" وہ بوکھلا کر اس کے ساتھ چلنے لگی۔
"سب کو بتانے کہ تم مجھ سے محبت کرتی ہو۔"
"انس بھائی! مذاق جاؤ۔ انس صرف انس..." انس نے آنکھیں نکال کر اسے ٹوکا۔ "ویسے بھی جب پیار کیا تو ڈرنا کیا۔" وہ اس کے قریب جھکا' اسے سمجھا رہا تھا' جبکہ وہ دل کڑا کر کے اندر ہونے والی صورت حال کا سامنا کرنے کے لیے خود کو تیار کرنے لگی۔
"جب پیار کیا تو ڈرنا کیا۔" اس نے خود سے کہا اور مسکرا کر انس کو دیکھا' جس کے چہرے پر بالکل ویسی ہی مسکراہٹ تھی جیسے اس وقت اس کے چہرے پر پھیلی تھی محبت کی روشنی بن کر۔

☆